جلد 3 شمارہ 1 مارچ 2001ء ذوالقعدۃ 1421ھ
قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝ (الرعد)
آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک
نہ کروں اس کا۔ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانہ ہے۔
ماہنامہ
آدمیت
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان
کی اصلاح و فلاح کا علمبردار
گوجرانوالہ
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

اغراض و مقاصد

- کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق خالص توحید' اتباع رسول ﷺ' کثرت ذکر' مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اسکی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا۔
- حضور ﷺ کے اصحابہ کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت ہی مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ و نفرت' حسد و بغض' تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ' تسلیم و رضا' عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا۔
- فرقہ واریت' مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا' تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات' اہل و اعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا۔
- اللہ تعالی کی رضا' اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا۔

عالمگیر محبت' اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا علمبردار

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 3 شمارہ 1 مارچ 2001ء ذوالقعدہ 1421ھ

ایڈیٹر عبدالقیوم ہاشمی — شعبہ سرکولیشن وحید احمد

مجلس ادارت

قیمت ———— -/15 روپے — سالانہ فنڈ ———— -/150 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:
محمد صدیق ڈار توحیدی
کاشانہ توحیدیہ نو کھر ضلع گوجرانوالہ
Ph:0431-268424

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:
عبدالقیوم ہاشمی
تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ
Ph:0431-260734

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-255519
E-mail: toheddia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

برادران سلسلہ کے لئے ایک اہم اطلاع یہ ہے کہ اس سال 2001ء کے سالانہ اجتماع کے لئے اپریل کی 20'21'22 یعنی بروز جمعہ 'ہفتہ' اتوار تاریخیں متعین کی گئی ہیں۔ انشاء اللہ یہی تاریخیں حتمی طور پر تشکیل پا جائیں گی۔ سب برادران سلسلہ کو بروقت دعوت نامے بھی بھیج دئے جائیں گے۔ اگر کسی وجہ سے کسی بھائی کو دعوت نامہ نہ مل سکے تو بھی وہ انہی تاریخوں کو حتمی جانتے ہوئے لازماً" شریک ہو۔

خادمان حلقہ اور بھائیوں سے گذارش ہے کہ وہ اجتماع کے موقع پہ اپنا مجلّہ فنڈ مجھے جمع کروا دیں کیونکہ اکثر بھائیوں نے ابھی تک اپنا مجلّہ فنڈ جمع نہیں کروایا۔ خادم حلقہ بھی مجھے مجلّہ فنڈ بمع ایڈریس کی تفصیل درج کروادیں۔

ایڈریس کی ایک کاپی قبلہ صاحب کو جمع کروادیں جس میں تمام حلقہ کے بھائیوں کے مکمل نام و پتہ درج ہوں۔

سب بھائیوں کو چاہئے کہ وہ اپنے سلسلہ کے تعارف کے لئے اپنے عزیز واقارب اور دوست احباب کی مجلّہ کی رکنیت کروائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اصلاح وفلاح کے مشن کو سمجھ سکیں۔

ادارہ فلاح آدمیت ان اصحاب کا بے حد مشکور ہے جو مجلّہ کے لئے وقتاً" فوقتاً" علمی و تحقیقی مضامین بھیج رہے ہیں خصوصاً" عبدالرشید ساہی صاحب' چوہدری محمد حسین صاحب' حافظ محمد یاسین صاحب' غلام مرتضیٰ صاحب' ایم محمد اکرم صاحب' سید عبداللہ شاہ صاحب' سید رحمت اللہ شاہ صاحب۔ اللہ تعالیٰ سب بھائیوں کو مزید ذوق و شوق اور علم و تقویٰ عطا فرمائے۔ آمین

سلسلہ کے سینئر بھائیوں کو چاہیے کہ وہ "مجالس فقیر" کے لئے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے ارشادات ہمیں تحریر کرکے بھیجیں تاکہ نئے لوگوں کو بھی سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

الحمدللہ! مرکز تعمیر ملت تکمیل کے آخری مراحل میں داخل ہوچکا ہے۔ اس وقت فرشوں کا کام ہو رہا ہے۔ سب بھائیوں کو چاہئے کہ وہ اس سلسلہ میں بھرپور مالی تعاون فرمائیں شکریہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب بھائیوں کو سلسلہ کے مشن کو سمجھنے اور اسے ذوق و شوق سے آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین۔

والسلام۔ عبدالقیوم ہاشمی

(پروفیسر قاضی حلیم فضلی)

خدمت خلق

فقد قال اللہ تعالیٰ فی کلام المجید والفرقان الحمید ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا○

مندرجہ بالا آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ (جو نیکوکار ہیں محض) خدا کی محبت سے غریب، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے رہتے ہیں

اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جس نے میری امت کے کسی شخص کی حاجت پوری کی، یہ ارادہ کر کے کہ وہ اپنی حاجت پوری ہو جانے سے خوش ہو جائے، تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا ہے اللہ اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں نیک لوگوں کا جو خصوصی وصف بیان کیا گیا ہے اور حدیث نبوی ﷺ میں جس خوبی کی فضیلت و اہمیت بتائی گئی ہے وہ وصف و خوبی جذبہ خدمت خلق ہے۔

خدمت خلق کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے کام آنا لیکن اصطلاح میں اس سے مراد محض حق تعالیٰ کی رضاجوئی اور خوشنودی کے لئے بغیر کسی صلہ اور معاوضہ کے اس کی مخلوق کے کام آنا اور اس کی خدمت امداد اور اعانت کرنا ہے۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر مرحلے پر اپنی بقاء نشوونما اور ترقی کے لئے نہ صرف دوسرے ہم جنسوں کی امداد و تعاون کا محتاج ہے بلکہ دوسری جاندار اور بے جان مخلوق کا بھی دست نگر ہے۔ ہر انفرادی نفس کو دوسروں کی خاطر یا بالفاظ دیگر بقائے باہمی کی خاطر،

اپنی راحت و آرام اپنے جذبات و خواہشات اور اپنی انفرادیت کی کچھ نہ کچھ قربانی ضرور کرنا پڑتی ہے اسی کا دوسرا نام خدمت خلق ہے۔ خدمت خلق کا جذبہ جہاں بے شمار نیکیوں کی اصل ہے وہاں معاشرے کی ایک بہت اہم ضرورت بھی ہے کسی قوم کی تعمیر و ترقی اور فلاح و کامرانی کا مدار اسی جذبہ محمود پر ہے۔ اگر کسی قوم کے افراد میں خدمت خلق کا جذبہ مفقود ہو' ہر شخص نفسا نفسی کے عالم میں ہو۔ لوگ ایک دوسرے کے تعاون و تناصر سے ہاتھ اٹھالیں اور کوئی کسی کے دکھ سکھ میں شریک نہ ہو' کمزور' حاجت مند اور مفلس طبقات کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ ہو تو پوری قوم اور معاشرہ تباہی کا شکار ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام خدمت خلق کو ایک مقصد کی حیثیت سے پیش کرتا ہے تاکہ اسلامی معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکے۔

سورت البلد میں ارشاد ہے۔

ترجمہ! پھر آدمی ان لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر اور خلق خدا پر رحم کی تلقین کی (۸)

اس آیت کریمہ میں اسلامی معاشرے کی دو اہم خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

ایک صبر اور دوسری مرحمت' جس طرح صبر بے شمار محامد کی بنا پر ہے اسی طرح مرحمت بھی صدہا خصائل حمیدہ کا رکن عظیم ہے۔ خدمت خلق کی بیشتر صورتیں ہیں مثلاً یتیموں پر شفقت' چھوٹوں پر مہربانی' بے کسوں' بیواؤں بے زبانوں کی چارہ جوئی' بھوکوں کو کھانا کھلانا' بیماروں کی دوا کرنا' ننگوں کو کپڑا پہنانا' سب مرحمت ہی کی شاخیں ہیں۔

افراد معاشرہ کی طرف سے خدمت خلق سے پہلو تہی کو قرآن کریم انتہائی ناپسندیدہ اور قابل مواخذہ فعل قرار دیتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنے پیروؤں کو مخلوق خدا کی خدمت و خبر گیری اور ہمدردی و

معاونت کی بہت تلقین فرمائی ہے اور اس کو اعلیٰ درجہ کی نیکی قرار دے کر اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے بڑے انعامات کی بشارت سنائی ہے۔

حضرت انس ؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال (گویا اس کا کنبہ) ہے اس لئے اللہ کو زیادہ محبوب وہ آدمی ہے جو اللہ کے عیال کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اللہ کی مخلوق پر رحم کھانے والوں اور (ان کے ساتھ) ترحم کا معاملہ کرنے والوں پر خداوند رحمٰن کی خاص رحمت ہو گی تم زمین والی مخلوق پر رحم کرو۔ آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

حضرت جریر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص پر اللہ کی رحمت نہ ہو گی جو (اس کے پیدا کئے ہوئے) انسانوں پر رحم نہ کھائے گا اور ان کے ساتھ ترحم کا معاملہ نہ کرے گا۔

حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ ایمان کا افضل درجہ کیا ہے۔ یعنی ایمان والے اعمال و اخلاق میں وہ کونسے ہیں جن کو فضیلت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تمہاری محبت و مروت اور تمہاری نفرت و عداوت بس اللہ کے واسطے ہو اور تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں استعمال ہو۔ معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اس کے علاوہ اور کیا یا رسول اللہ ﷺ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اور یہ کہ تم سب لوگوں کے لئے وہی چاہو اور وہی پسند کرو، جو اپنے لئے چاہتے ہو اور پسند کرتے ہو اور اس چیز اور اس حالت کو سب لوگوں کے لئے ناپسند کرو جس کو اپنے لئے ناپسند کرتے رہو۔

بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خیر خواہی جہاں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا اصل الاصول ہے وہاں آپ ﷺ کی اپنی زندگی بھی خدمت خلق کا بہترین نمونہ تھی۔ آپ ﷺ اپنا کام خود کرتے اور معمولی معمولی کاموں میں گھر کے افراد کا ہاتھ بٹاتے' آپ ﷺ ہمیشہ دوسروں کی تکلیف دیکھ کر بے چین ہو جاتے' بیماروں کی عیادت فرماتے' محتاجوں اور غریبوں کی مدد فرماتے' غلاموں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرتے اور دوسروں کے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کرتے۔ ہر واقف و ناواقف کی خدمت آپ ؐ کا شعار تھا اور اس سلسلہ میں معمولی خدمت کو بھی آپ ؐ نے کبھی عار نہیں سمجھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جذبہ خدمت خلق کا یہ عالم تھا کہ آپ ؓ راتوں کو مدینہ کی گلیوں میں گشت لگاتے اور ضرورت مندوں کی دیکھ بھال کرتے' بیوہ عورتوں کے لئے پانی بھر کر لاتے اور سودا وغیرہ خرید کر لا دیتے' مجاہدین کے خطوط ان کے گھروں میں تقسیم کرتے اور ان کے دروازوں پر بیٹھ کر جواب لکھ دیتے۔ یہاں تک کہ بیت المال کے اونٹوں کی خود دیکھ بھال کرتے ایک مرتبہ بیت المال کے اونٹوں کو تیل مل رہے تھے کہ کسی نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا۔ آپ نے فرمایا "مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے"

حضرت عثمان ؓ نے اپنی ساری دولت خدمت خلق کے لئے وقف کر دی تھی۔ مدینہ میں میٹھے پانی کا کنواں خرید کر اللہ پاک کی راہ میں وقف کر دیا۔ بے شمار غلام خرید کر آزاد کئے اور ہمیشہ یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری کی۔ حضرت علی ؓ کی زندگی بھی خدمت خلق کے جذبے سے سرشار تھی آپ کبھی کسی سائل کو دروازے سے خالی نہ جانے دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم سب خدمت خلق کو اپنی زندگیوں کا شعار اور مقصد بنالیں۔ (آمین)

درس حدیث

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ الخلق فلما فرغ منہ قامت الرحم فاخذت بحقوی الرحمن فقال مہ قالت ھذا مقام العائذ بک من القطیعہ قال الا ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک قالت بلی یا رب قال فذاک

ترجمہ! "ابوہریرہؓ" سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ اس کے بعد رحم نے کھڑے ہو کر رحمان کی چادر کے دونوں کنارے تھام لیے۔ پوچھا کیا چاہتا ہے۔ عرض کیا قطع تعلق سے پناہ مانگنے والا حضور میں حاضر ہے۔ فرمایا کیا تو اس سے راضی نہ ہو جائے گا کہ میں اسی سے ملوں جو تجھے قائم رکھے اور اس سے نہ ملوں جو تجھے چھوڑ دے۔ عرض کیا منظور ہے۔ ارشاد ہوا کہ ایسا ہی ہو گا۔
(مشکوۃ شریف 'کتاب الاداب' باب البر والصلہ' الفصل الاول)

اس حدیث سے صلہ رحمی کا خیال رکھنا نہایت اہم معلوم ہوتا ہے رحم کے معنی قرابت داری کے ہیں جس میں انسان کے بڑے سے لے کر چھوٹے تک سب باہمی رشتے آ گئے۔ جب دنیا بن چکی اور ہر چیز کے اپنی جگہ پر برقرار رہنے کے قاعدے قانون مقرر ہو گئے تو انسان کے قائم رہنے اور رہنے اور بڑھنے کی بابت بھی ضابطے مقرر ہوئے۔ مثلاً "اس کے لئے کھانا' پینا' لباس' مکان وغیرہ ضروری ٹھہرے اور یہ کہ ان کے حاصل کرنے کے لئے ہر فرد بشر کو کیا کیا کرنا ہو گا اور کیسے محبت کرنی ہو گی۔

فطری طور پر ہر فرد انسان اپنی تنہا کوشش سے اپنے آرام کے ذریعے با آسانی پیدا نہیں کر سکتا دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر فرد اس کے لئے علیحدہ علیحدہ کوشش کرے تو

آپس میں رقابت پیدا ہو گی جو جنگ و جدل کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس لئے باہم اتفاق اور میل جول سے زیادہ انسان کے لئے کوئی چیز ضروری نہیں۔ اللہ کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں' قریب کے رشتہ داروں سے نیک سلوک کریں۔ اس کے بعد رشتہ جتنا وسیع ہوتا جائے اس کے لحاظ سے اس کے تعاون اور حسن سلوک میں بھی درجہ بدرجہ ترقی اور وسعت ہونی چاہئے۔ اسی مضمون کو اس حدیث میں ایک نئے انداز سے سمجھایا گیا ہے۔ جو کوئی اللہ کے بندوں سے تعلق توڑے گا صلہ رحمی نہ کرے گا۔ وہ اللہ کے تعلق اور رحم و کرم سے محروم ہو جائے گا۔

(بشکریہ۔ درس حدیث از ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور)

اہم اطلاع

سب برادران سلسلہ کو اطلاع کی جاتی ہے کہ اس سال 2001ء کا سالانہ اجتماع بتاریخ 20'21'22 اپریل بروز جمعہ' ہفتہ' اتوار مرکز تعمیر ملت نزد کوٹ شاہاں جی ٹی روڈ گوجرانوالہ پہ منعقد ہو رہا ہے۔ بردارن سلسلہ اپنے دوست احباب کے ساتھ پورے ذوق و شوق سے اجتماع میں شرکت فرمائیں۔

حصول علم

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے حصول علم میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا۔ انہوں نے نہ صرف گذشتہ اقوام کے سائنسی علوم اور ایجادات کو بہترین انداز میں آگے بڑھایا بلکہ کئی جدید علوم کی بنیاد بھی ڈالی اور علم و حکمت کے ہر شعبے میں ایسے کارنامے انجام دئے جو موجودہ دور کی سائنسی ترقی کی بنیاد بنے۔ مسلمان مفکرین اور محققین کی تصانیف یورپ کے کتب خانوں کی زینت بن چکی ہیں اور کشادہ دل یورپین یہ حقیقت تسلیم کرنے لگے ہیں کہ اگر یورپ مسلمانوں کی قائم کردہ غرناطہ اور بغداد کی عظیم درسگاہوں میں زانوئے تلمذتہ کر کے ان کی جلائی ہوئی علمی شمعوں سے اقتباس نور نہ کرتے تو یورپی اقوام علم کی موجودہ بلندیوں تک ہرگز نہ پہنچ سکتیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے اس لئے اسے جہاں بھی نظر آئے حاصل کرلے۔ اس وقت مغربی دنیا کے پاس جو علوم کے موتی ہیں وہ کبھی مسلم امہ کی ملکیت تھے۔ علم و ہنر کو کسی ایک قوم میں پابند نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جو تمام اشیاء کے اسماء سکھائے تھے اسی کی تاثیر سے اولاد آدم علیہ السلام میں تسخیر و ایجاد کا ذوق و شوق رواں دواں ہے۔ عربی، ایرانی، پاکستانی، انگریز، امریکی، روسی اور جاپانی سب آدم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ جو انسان بھی اللہ کی مخلوق کی بہتری اور بھلائی کے لئے غور و فکر اور کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ بجلی، لیزر، موٹر گاڑی، ریڈیو، ہوائی جہاز، ٹیلی ویژن، فرج یا ایٹمی قوت کسی بھی شخص نے ایجاد یا دریافت کی ہوں وہ تمام انسانیت کا مشترکہ سرمایہ بن جاتی ہیں۔ ان اشیاء اور علوم کی نسبت کسی خاص قوم سے باقی نہیں رکھی جا سکتی۔ نہ تو بجلی امریکن یا انگریزی ہے نہ ہی ایٹمی قوت جرمن یا روسی ہے۔ جدید علوم اور ایجادات سے استفادہ کرنے کا حق تمام اقوام کو حاصل ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو بھی اہل مغرب سے جدید علوم سیکھ کر اپنی خوشحالی اور قوت میں اضافہ کرنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ترقی یافتہ اقوام کے عروج کا سبب ان کی لذت ایجاد، نظم و ضبط اور قوت عمل ہے۔ ان کی خوشحالی کا باعث

چنگ و رباب، رقص و شباب، ڈاڑھی منڈوانا اور ہیٹ پتلون استعمال کرنا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ شراب نوشی، جنسی آزادی اور اخلاقی بے راہ روی تو قوموں کے زوال کا باعث بنتی اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیتی ہیں۔ علم حاصل کرنے کے لئے کسی خاص وضع قطع کا لباس پہننا ضروری نہیں ہوتا۔ اس کے لئے تلاش حقیقت کی جستجو، باریک بین نگاہ، ہوشیار عقل اور متجسس ذہن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی برتر تہذیب کی حفاظت کرتے ہوئے دنیا کی ہر قوم سے جدید علوم حاصل کر کے ان کی قوت کو دین حق کے فروغ کے لئے استعمال کریں۔ علم و ہنر سیکھنے کے لئے دوسری قوموں کی تہذیب کا نقال بننے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے جاوید نامہ میں کیا خوب پیغام دیا ہے۔

قوت مغرب نہ از چنگ و رباب
نے ز رقص دختران بے حجاب
نے ز سحر ساحران لالہ روست
نے ز عریاں ساق ونے از قطع موست
محکمی اورانہ از لادینی است
نے فروغش از خط لاطینی است
قوت افرنگ از علم و فن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است
حکمت از قطع و برید جامہ نیست
مانع علم و ہنر عمامہ نیست
علم و فن را اے جوان شوخ وشنگ
مغزمی باید نہ ملبوس فرنگ
اندریں رہ جز نگہ مطلوب نیست
ایں کلہ یا آں کلہ مطلوب نیست

فکر چالاک اگر داری بس است
طبع درا کے اگر داری بس است

انسان کے لئے حصول علم کے چار ذرائع ہیں اور قرآن کریم نے ان چاروں کی طرف راغب کرنے کے لئے واضح راہنمائی فرمائی ہے۔ سب سے پہلا اور مستند ذریعہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جس کا سلسلہ اللہ کے حبیب ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ختم ہو گیا ہے کیونکہ آپ خاتم النبین ہیں۔ لیکن آپ پر اتاری گئی اللہ کی آخری کتاب قرآن کریم تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہدایت' نور اور علم کا خزانہ ہے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے زندگی کے ہر شعبے میں راہنمائی کا فریضہ ادا کرتی رہے گی۔ اس کے اندر بہت سے ایسے علوم پوشیدہ ہیں جن کو صرف مستقبل کے انسان ہی سمجھ سکیں گے۔ دوسرا بڑا ذریعہ علم گذشتہ اقوام کی تاریخ اور ان کے آثار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا ارشاد فرمایا ہے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ تم سے پہلی اقوام کا انجام کیا ہوا۔ خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی گذشتہ اقوام کے حالات بیان کئے ہیں جن کی مدد سے انسان کو قدیم انسانی آبادیوں کے آثار تلاش کرنے میں مدد ملی ہے۔ حصول علمی کا تیسرا ذریعہ علم النفس ہے۔ یعنی انسان اپنی ذات پر غور کرے کہ میں کیا ہوں اور میری اصلیت کیا ہے؟ میں کہاں سے آیا ہوں اور مجھے کہاں جانا ہے؟ میرے جسم کے اعضاء کس نظام کے تحت حرکت کرتے ہیں؟ ان پر حکم چلانے والی شے کی اصلیت کیا ہے؟ انسان ہنستا' روتا اور سوتا کیوں ہے اور سوتے میں خواب کیوں دیکھتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ قرآن کریم میں انسان کو اپنے اردگرد زمین میں دیکھنے کے علاوہ اپنے اندر جھانکنے اور اللہ کی آیات دیکھنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا گیا۔

وفی الارض ایت للموقنین O وفی انفسکم افلا تبصرون O (ذاریات 20 تا 21)

"اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر بھی ہیں تو کیا تم دیکھتے نہیں؟"

چوتھا اور آخری ذریعہ صحیفہ فطرت کا مطالعہ ہے۔ تخلیق کائنات' مظاہر فطرت' دن رات کے گھٹنے بڑھنے' چاند کی بدلتی ہوئی حالتوں' ہواؤں کے چلنے' بارش کے برسنے' پھلوں کے پکنے اور قدم قدم پر چار سو بکھری ہوئی اللہ کی دیگر آیات پر غور و فکر کی دعوت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب

میں سات سو سے بھی زیادہ آیات موجود ہیں۔ بعض مقامات پر تو مستقبل میں ظاہر ہونے والے علوم کے بارے میں بھی نہایت لطیف پیرائے میں ارشادات موجود ہیں تاکہ انسان کا جذبہ خود نمائی اور ذوق خدائی کہیں رکنے نہ پائے۔ قرآن کریم میں یہ آیات ہم اگلے باب میں درج کر رہے ہیں۔

قرآن کریم کے نزول سے قبل کا دور جاہلیت کا دور تھا۔ اس زمانے کا علم قیاس اور توہم پرستی پر مبنی تھا۔ انسان مظاہر فطرت سے خوف زدہ ہو کر ان کی پرستش کر رہا تھا۔ انسان نے ہر طاقتور اور سمجھ میں نہ آنے والی چیز کو اپنا مسجود بنالیا اور اس طرح سینکڑوں خدا اور معبود بنا رکھے تھے۔ اسلام نے توحید کا سبق دے کر انسانوں کو باطل خداؤں کے خوف اور غلامی سے نجات دلائی اسلام نے یہ تعلیم دی کہ تمہارے ارد گرد جو کچھ بھی تمہیں دکھائی دیتا ہے یہ سب اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ یہ سب چیزیں اللہ کریم نے تمہاری خدمت کے لئے پیدا کر رکھی ہیں اس لئے ان سے ڈرنے کی بجائے آگے بڑھ کر انہیں تسخیر کر کے اپنی سہولت کے لئے استعمال کرو۔ اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ سے بنی نوع انسان کو جرات فکر عطا ہوئی اور فطرت کی طاقتوں کو تسخیر کرنے کا حوصلہ عطا ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم کا مقام اتنا بلند ہے کہ اپنے آخری رسول ﷺ کا مقام و مرتبہ بتانے کے لئے قرآن میں بار بار ان کا تعارف معلم کے طور پر کرایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتب والحکمه ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون O (البقرۃ ۔151)

"اور ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے ہیں اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور تمہیں ایسے علوم سکھاتے ہیں جو تم پہلے جانتے ہی نہیں تھے"

علم میں مسلسل اضافہ کرتے رہنے اور تحقیق کے کام کو آگے بڑھاتے چلے جانے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر اہمیت ہے کہ قرآن کریم میں اپنے رسول ﷺ کو یہ دعا خود تعلیم فرمائی ہے۔

قل رب زدنی علما O "اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرماتے رہئے"

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ موجودہ علمی اور سائنسی دور کا آغاز اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کی بعثت سے ہوا ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے ہی تجرباتی سائنس نے جنم لیا کیونکہ قران مجید نے قیاس آرائیوں سنی سنائی باتوں اور توہمات پر یقین کرنے کی بجائے حواس

ہنگامہ اور فہم و تدبر کو کام میں لا کر تجرباتی علم حاصل کرنے کی راہ دکھائی تھی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا

ولا تقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنه مسئولا

(بنی اسرائیل 36)

"اور جس بات کی آپ کو صحیح خبر نہیں اس کے پیچھے نہ پڑو۔ بلاشبہ کان اور آنکھ اور دل و دماغ کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی"

اللہ تعالٰی نے یہ صلاحیتیں اسی لئے عطا کر رکھی ہیں کہ انسان صحیح علم حاصل کر کے اللہ کی معرفت کی منازل طے کرے۔ علم کے بغیر انسان نہ اپنے آپ کو جان سکتا ہے نہ اللہ کو پہچان سکتا ہے۔

نہ قرآن کی آیت سمجھ سکتا ہے نہ صحیفہ کائنات کی آیات سے معرفت کا نور حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالٰی کی عظمت کا ادراک اور قدرت کا احساس صرف اہل علم ہی کو ہو سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمواان اللہ عزیز غفور○ (فاطر۔ 28)

"بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔ بے شک اللہ غالب اور بخشنے والا ہے"

انسان کی دنیوی اور اخروی کامیابی کے لئے تعلیم و تحقیق اس قدر اہم ہے کہ لوگ کائنات میں بکھری ہوئی اللہ تعالٰی کی لاتعداد نشانیوں اور اپنے جسموں کے اندر موجود آیات پر غور و تفکر نہیں کرتے قرآن انہیں حیوانوں سے بھی کم تر مخلوق گردانتا اور ان کا ٹھکانہ جہنم قرار دیتا ہے۔

ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرونبھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولیک کالانعام بل ھم اضل اولیک ھم الغفلون

(الاعراف۔ 179)

"ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل و دماغ تو ہیں لیکن ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے۔ ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں۔ اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے حس اور گمراہ ہیں۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں"

قرآن کریم میں اللہ رحیم و کریم کئی مقامات پر ہماری سہولت کی خاطر بڑی عام فہم اور دل نشین مثالیں بیان فرماتے ہیں تاکہ ہم حقیقت کو جان سکیں۔ کئی لوگ کم علمی کی وجہ سے اتنی سمجھ بوجھ بھی نہیں رکھتے کہ مثالوں کے ذریعے ہی اصل حقیت کا ادراک کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی علم کی فضیلت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العلمون O (العنکبوت ۔ 43)

"اور یہ مثالیں ہم لوگوں کو سمجھانے کے لئے بیان کرتے ہیں اور اسے سمجھیں گے وہی جو اہل علم ہوں گے"

علم کی اس قدر اہمیت اور اللہ تعالیٰ کے تاکیدی احکام کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے علم کی ترویج کے لئے خصوصی توجہ فرمائی۔ آپ ﷺ کی دکھائی ہوئی روشنی اور دی ہوئی تعلیم ہی ہے تحقیق و تسخیر کے نئے دور کی ابتدا ہو رہی تھی۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ نسل انسانی کو غفلت اور جہالت کی نیند سے بیدار کر کے حصول علم کی روشن شاہراہ پر ڈالا جائے۔

محسن اعظم ﷺ نے طلب العلم فریضه علی کل مسلم و مسلمه کا حکم فرما کر ہر مسلمان مرد اور عورت کو پابند کر دیا ہے کہ وہ ضرور علم حاصل کرے۔ آپ ﷺ نے اس فرض کو وقتی اور عمر کے صرف ابتدائی حصہ تک محدود نہیں رہنے دیا بلکہ گود سے گور تک علم حاصل کرتے رہو کی تاکید فرما کر تحصیل علم کو پورے عرصہ حیات پر پھیلا کر ایک مسلسل عمل میں تبدیل کر دیا۔

انسان کے سامنے انفس و آفاق کے وسیع و عمیق میدان اللہ کی آیات سے بھرے پڑے ہیں۔ انسان کے اپنے اندر اور کائنات کے ذرے ذرے میں عجائبات و طلسمات کے جہان پوشیدہ ہیں جو انسان کی علمی صلاحیت اور تسخیر کی قوت کے لئے ایک چیلنج ہیں۔

ان معرکوں کو سر کرنے کے لئے ہر چیز کے بارے میں تفصیلی علم حاصل کرنا ہو گا۔ انسان کی انفرادی زندگی تھوڑی سی ہوتی ہے اور علوم کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ اس پس منظر میں انسان کے لئے کامیابی کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ تادم مرگ علم کی جستجو میں لگا رہے تاکہ علم کے وسیع سمندر سے اپنا مقدور بھر حصہ حاصل کر کے اپنی شخصیت میں نکھار پیدا کر سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے علمی ماحول کو وسعت اور دوام عطا کرنے اور تدبر و تفکر کی قندیلیں ہر جگہ اور ہر وقت روشن رکھنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس مومن میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ تو طالب علم

ہو نہ استاد۔ یعنی مومن کا علم کے ساتھ تعلق دائمی ہونا چاہئے۔ یا تو اسے حصول علم کی تگ و دو میں لگا ہوا ہونا چاہئے یا پھر اس نور کو دوسروں تک منتقل کرنے کے مقدس کام میں مشغول ہونا چاہئے۔ علم و حکمت کی پیاس بجھانے کے لئے دور دراز ملکوں میں بسنے والی قوموں تک پہنچنے کا شوق دلاتے ہوئے آپ نے چین جیسے دشوار گذار ملک کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

اطلبوا العلم ولو کان بالصین علم حاصل کرو چاہے اس کے لئے چین جانا پڑے

اس فرمان عالی شان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جن علوم کی تلاش میں چین جانے کے لئے فرمایا جا رہا ہے وہ شرعی علوم نہیں بلکہ تسخیر کائنات اور تزئین حیات سے متعلقہ سائنسی علوم ہیں اس حدیث مبارکہ میں امت مسلمہ کے لئے راہنمائی بھی ہے۔ قرآن کریم کے مطابق بت پرست مشرکین اور یہود و نصاری کبھی بھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے اور وہ مسلمانوں کے خلاف آپس میں متحد رہیں گے۔ یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو ان قوموں سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے شمار کیا جائے گا۔ اس لئے موجودہ انحطاط کے دور میں مسلمان سائنسی علوم اور صنعتی مہارت میں دوسری قوموں سے پیچھے رہ گئے ہیں یہود و ہنود یا عیسائی ملکوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ مسلمانوں کو فنی مہارت منتقل کر کے انہیں ترقی کرنے میں مدد دیں گے ایں خیال است و محال است و جنوں والا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے ان سے اچھا سلوک اور مروت کا برتاؤ کرنے سے اللہ تمہیں منع نہیں کرتا۔ دریں حالات امت مسلمہ کو یہود و ہنود اور مشرک قوموں سے منہ توڑ کر چین یا دیگر اقوام کی طرف رخ کرنا چاہئے۔ اس طرح اللہ کے حکم کی نافرمانی سے بھی بچ جائیں گے۔

حصول علم کی اس قدر تاکید و ترغیب اور تحریص و تلقین کے نتیجہ میں امت مسلمہ نے زندگی کے ہر شعبے میں حیرت انگیز اور بے مثال ترقی کر کے اقوام عالم کی قیادت تھام لی اور علم کے نور کو پوری دنیا میں پھیلانے کا عمل بھی جاری رکھا۔ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی ایک پر از حکمت اور جامع دعا احادیث میں درج ہے جس کا ایک ایک لفظ جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے۔ آپ یہ دعا اکثر مانگا کرتے تھے۔

اللھم ارنا حقائق کل الاشیا کما ھی

"اے اللہ ہمیں تمام اشیاء کی اصل حقیقت سے آگاہ فرما" اس دعا کے الفاظ "ہمیں" "تمام" اور "اصلی حقیقت" خاص توجہ کے قابل ہیں۔ ان الفاظ سے صاف عیاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حقائق اشیاء کا علم صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ امت کے ہر فرد کے لئے طلب فرماتے تھے اور بلا استثناء کائنات کی ہر چیز کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرنا مقصود تھا۔ علم و آگہی کے اس بلند معیار تک پہنچنے کے لئے ہر شے کو غور و فکر سے دیکھنے اور اس کی حقیقت سمجھنے کے درپے ہو جانے کی روش اپنانی ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم، ختم الرسل، دانائے سبل ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

التفکر ساعه خیر من عباد ۃ ستین سنته یعنی ایک گھڑی تفکر و تدبر میں گذارنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ کیونکہ تفکر ہی سے نئے نئے انکشافات ہوتے اور جدید علوم کے دروازے کھلتے ہیں۔ ان علوم سے عام انسانوں کو بھی کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے لیکن عقل سلیم رکھنے والی مومن اور عبقری شخصیات پر جب نئے حقائق کے دریچے کھلتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صناعی کی عظمت کے سامنے حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے رکوع و سجود کی نوعیت ہی بدل جاتی ہے اور ان کی نمازیں خشوع و خضوع اور حضوری کی کیفیت سے بھرپور نمازیں بن جاتی ہیں۔ معلم انسانیت ﷺ سے جب دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے بارے میں علم حاصل کرنا۔ آپ ﷺ سے پھر پوچھا گیا کہ کونسا علم آپ ﷺ کی مراد ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا علم۔ پھر کہا گیا کہ ہم آپ سے عمل کے بارے میں عرض کر رہے ہیں اور آپ ﷺ علم کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ تھوڑا سا عمل بھی نفع بخش ثابت ہوتا ہے اگر اللہ کا علم ہو اور اگر اللہ کا علم نہ ہو تو کثرت عمل بھی بیکار ہے۔ تدبر و تفکر کی اہمیت اسی لئے زیادہ ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے اور حقیقت اشیاء معلوم کرنے کے لئے تجرباتی سائنس یعنی تفکر بالمشاہدہ کے علاوہ تفکر بالمراقبہ کا طریقہ بھی ہے۔ اس راہ میں تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ من آئینے کی طرح شفاف ہو جاتا ہے اور روح براہ راست حقیقت کا مشاہدہ کر لیتی ہے۔ علامہؒ فرماتے ہیں۔

ہفت کشور جس سے ہوں تسخیر بے تیر و تفنگ

تو اگر سمجھے تو تیرے پاس، وہ ساماں بھی ہے

من کی دنیا میں یہ سفر کرنے والے مردان حق ہر وقت اللہ کے ذکر میں رہتے ہیں آیات کائنات میں تفکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انہیں حقیقت سے آشنا کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنهار لایت لاولی الالباب O الذین یذکرون الله قیما و قعودا و علی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموت والارض ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحنک فقنا عذاب النار O (آل عمران۔ 190 تا 191)

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پروردگار تو نے اس مخلوق کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو پاک ہے ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے"

حضور سرور کائنات ﷺ کی علم کی اشاعت کے ساتھ دل چسپی کا اندازہ ایک تاریخی واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو چار چار ہزار درہم فدیہ لے کر رہا کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ جو لوگ ناداری کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے انہیں ویسے ہی چھوڑ دیا گیا۔ لیکن جو لوگ لکھنا جانتے تھے ان کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں تو چھوڑ دیئے جائیں گے۔ چنانچہ زید بن ثابتؓ نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔ حضور ﷺ کی ترغیب و توجہ اور علم کی قدر افزائی سے پڑھنے پڑھانے کا شوق بڑھتا چلا گیا اور علم کے چرچے گھر گھر ہونے لگے اور اشاعت علم کا کام زندگی کا مقدس اور قابل رشک شعبہ بن گیا۔ چنانچہ مشہور ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں آپ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا کوئی ایسا کام ہے جس کی حسرت آپ کے دل میں باقی ہو؟ تو آپ نے فرمایا۔ "ہاں! میرے دل میں یہ حسرت ہے کہ کاش میں ایک معلم ہوتا۔ وہ ایسا کیوں نہ کہتے کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ۔

"بعثت معلما" مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے"

(خالد مسعود توحیدی)

1۔ فقیری مبارک

(بنام محمد قاسم صاحب 26/2/1963)

"میاں محمد علی صاحب کہتے تھے کہ ان کو کوئی فقیر نہیں مانتا' علی کو صرف علی ہی مانتا ہے۔ ان سے میری طرف سے اور ستار صاحب کی طرف سے کہہ دیں کہ اب تو ہم دونوں بھی آپ کو مان گئے۔ آپ کی خواہش تھی کہ کنونشن لاہور میں ہو تو بیچارے جلال دین کا دیوالیہ ہی نکل گیا۔ ستار صاحب کہتے ہیں کہ میری طرف سے علی صاحب کو عید اور فقیری دونوں مبارک باد"

2۔ دل سے دعا

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 1968ء)

"حلقہ میں الحمد للہ 80 فی صد آدمی تو اہل دل ہی ہیں۔ انہی میں بہت سے ولایت صغری اور بہت سے ولایت کبری کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ باقی رہا دل سے دعا کرنا تو یہ کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ جب دعا قبول کرنی ہوتی ہے تو دل سے نکلتا ہے۔ ورنہ زبان یا صرف ہونٹوں سے خیر دعا کرتے رہیں جیسی بھی ہو"

3۔ عشق مت مانگو محبت مانگو

(بنام انصار حسین صاحب 25/1/1973)

"تم نے جو کیفیت لکھی ہے کہ نہ کسی سے محبت ہے نہ نفرت یہ کیفیت بہت ہی اچھی ہے۔ اللہ کرے مستقل ہو جائے۔ کیفیت کبھی کبھی ٹھنڈی بھی ہو جاتی ہے۔ کبھی بالکل صفر بھی' یہ قدرتی بات ہے۔ فکر نہ کیا کرو یہ خود بخود ٹھیک ہو جاتی ہے۔ درود شریف تھوڑی پڑھا کرو۔ پیار ہو نہ ہو اللہ اللہ ہو جائے۔ ذکر زیادہ کیا کرو۔ اللہ کا عشق مت مانگو بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ کی محبت مانگو"

4۔ گوشہ نشین آدمی ہوں

(بنام محمد قاسم صاحب 11/7/62)

"ملک ممتاز صاحب کو بعد از سلام مسنون یہ کہہ دیں کہ میں تو ایک گوشہ نشین اور گمنام آدمی

ہوں۔ کسی سے بھی شناسائی نہیں' افسر تو رہے الگ۔ اس واسطے اس معاملہ میں کوئی مدد افسوس ہے نہیں دے سکونگا۔ ویسے ان کا گھر ہے جب چاہیں تشریف لائیں"

5۔ بزنس کا تجربہ

(بنام محمد قاسم صاحب 7/1/1962)

"میں جو کچھ کہتا ہوں غلط نہیں کہتا سب کچھ تجربہ کی بنیاد پر کہتا ہوں مجھے دس سال کا تجربہ بزنس کا بھی ہے۔ دہلی کے بازار میں دس سال بزنس کیا ہے اور ہر طرح کا بزنس کیا ہے۔ مجھے ساری عمر میں کوئی مسلمان ایسا نہیں جو دیانتدار ہو اور روپیہ نہ کھاتا ہو اس لئے ڈرتا ہوں۔ میری بجائے کسی اور کو سوسائٹی کا صدر بنالیا جائے تو اچھا ہے۔ کیونکہ یہ ذمہ داری کا کام ہے۔ کوئلوں کی دلالی میں ہاتھ کالے نہ ہو جائیں"

6۔ عقل' دل اور قوت سریہ

(بنام محمد مرتضیٰ صاحب 1-1-1964)

"آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ ابتدائے فقر میں دل کا دماغ پر غالب رہنا اچھا ہے بلکہ ضروری ہوتا ہے اس سے نفی کامل حاصل ہو جاتی ہے۔ اور روحانی مستی' وجد اور نشہ بڑھتا ہے۔ کچھ نظر بھی آتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ولایت صغریٰ کی حد تک ہے۔ ولایت کبریٰ میں بھی اچھا ہے لیکن اس میں دماغ کو بھی سوچنے اور کام کرنے کا موقع دینا چاہیئے۔ ورنہ ولایت کبریٰ تک انسان نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے بعد اگر کسی کی قسمت میں عارف کامل بننا ہو تو بات بالکل الٹی ہو جاتی ہے پھر دماغ دل پر غالب آجاتا ہے۔ دماغ اور عقل ایک ہی چیز ہے۔ ادنیٰ درجہ کا عارف بننے کے لئے عقل کچھ کام کرتی ہے لیکن اعلیٰ مدارج پر عقل بھی رہ جاتی ہے اور ایک اور قوت ہے "قوت سریہ" وہ پیدا ہو جاتی ہے اور وہی انسان کو اللہ تک پہنچاتی ہے یعنی اللہ کا قرب و عرفان عطا کرتی ہے"

7۔ میخواروں کے درجے

(محمد صدیق ڈار صاحب 13-1-1963)

"آپ اب میخواروں کے اس درجے تک پہنچ گئے ہیں جہاں خم کے خم چڑھانے کے بعد بھی تسلی اور بے خودی نہیں ہوتی۔ لہٰذا صبر کریں اور خوش رہیں یہ بہت بڑا درجہ ہے۔ پینے پلانے کی بھی کوئی حد تو ہونی چاہیئے"

گن رجمنٹ کا میس

(آفتاب احمد خاںؒ)

اس سے پہلے بھی میں للیانی اور قصور محاذ کا تذکرہ کر چکا ہوں مگر اس وقت جنگ زوروں پر تھی اور میں نے محاذ سے ایک زخمی فوجی جوان کو لاہور لا کر فوجی ہسپتال میں داخل کروایا تھا۔ لیکن اس مرتبہ جنگ بندی ہو چکی تھی۔ ہوا یوں کہ جنگ بندی کے چند یوم بعد میرا ایک دوست میرے دفتر آیا۔ اس کا بھائی فوج میں کرنل اور نوشہرہ میں تعینات تھا۔ ان کی ہیوی گن رجمنٹ چونڈہ کے محاذ پر دادِ شجاعت دے چکی تھی اور آجکل للیانی قصور کے علاقے میں تھی۔ کرنل صاحب وہاں جا کر اپنے جوانوں سے ملنا چاہتے ہیں لیکن ان کے پاس گاڑی نہیں تھی۔ اس لئے میرے دوست نے مجھے ساتھ چلنے کو کہا۔ میں نے یہ دعوت قبول کر لی۔ چنانچہ اگلے روز صبح 9 بجے کرنل صاحب اور ان کے بھائی کو ساتھ لیا اور ہم قصور روانہ ہو گئے۔ گیارہ بجے کے قریب ہم للیانی کے قصبہ میں پہنچ چکے تھے۔ وہاں ملٹری پولیس کے ایک افسر سے کرنل صاحب نے بات کی تو معلوم ہوا کہ متعلقہ کمپنی للیانی قصبہ کے مشرق میں خیمہ زن ہے۔ چنانچہ للیانی سے ذرا آگے جا کر ہم مشرق کی طرف ایک کچے راستے میں اتر گئے۔ پھر مختلف جگہوں پر پتہ پوچھتے پوچھتے آخر کار ہم مطلوبہ مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں تمام افسروں کو پہلے کرنل صاحب کے آنے کی اطلاع ہو چکی تھی اور وہ سب لوگ درختوں کے جھنڈ کے نیچے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ ہمارے وہاں وارد ہونے پر تمام افسروں نے کرنل صاحب کا والہانہ استقبال کیا۔ کرنل صاحب نے راستے میں ہمیں بتایا تھا کہ انہوں نے جنگ میں عملی حصہ نہیں لیا تھا اور وہ ہیڈ کوارٹر ہی میں رہے لیکن جنگ سے پہلے انہوں نے اپنی رجمنٹ کے ساتھ چونڈے کے میدان میں ہونے والی فوجی مشق میں بھرپور حصہ لیا تھا اور اس تجربہ کی وجہ ہی سے ہم بہت بڑی فتح سے ہمکنار ہوئے ہیں۔ کرنل صاحب نے بتایا کہ اس مشق میں ہماری رجمنٹ نے اس میدان کی مکمل پیمائش کی تھی اور جنگ کے دوران اسے استعمال کرتے ہوئے خوب دادِ شجاعت دی اور توپوں کے ٹھیک ٹھیک نشانے لگا کر دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔ اب للیانی محاذ پر کرنل صاحب کا پرجوش استقبال کیا گیا اور انہیں مبارکبادیں دی جا رہی تھیں کہ اس ساری کامیابی کا سہرا آپ کے سر ہے۔ پھر ہم سب لوگ ایک درخت کے نیچے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ چائے پر کوئی دو گھنٹے آپس میں

گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے جس افسر سے بھی بات کی مجھے یہ تاثر ملا کہ کرنل صاحب کی بہترین قائدانہ صلاحیت ہی چونڈے کے میدان میں کامیابی کا باعث بنی۔ محاذ پر غازیوں کے ساتھ خوبصورت ماحول میں وقت کے گذرنے کا احساس تک نہیں ہوا۔ اسی دوران ایک افسر کرنل صاحب کے پاس آیا اور بڑے فدویانہ انداز سے درخواست کی کہ کھانے کے لئے نیچے تشریف لائیں۔ کرنل صاحب مہمان خصوصی تھے اور ہم ان کی قیادت میں جھاڑیوں کے بیچ ایک چھوٹے سے راستے سے زمین دوز میس میں اتر گئے۔ یہ ایک چھوٹا سا ہال تھا لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ دنیا کی سب سے خوبصورت جگہ ہو۔ کرنل صاحب کو بڑی عزت کے ساتھ مہمان خصوصی کی سیٹ پر بٹھایا گیا اور ہم دونوں کو ان کی بائیں جانب کی کرسیوں پر جگہ ملی۔ کھانا سادہ مگر بہت لذیذ تھا اور ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔

خوشی اس بات کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غازیوں اور مجاہدوں کے ساتھ کھانے کی محفل میں شرکت کی سعادت عطا فرمائی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد سب لوگ باہر آ گئے۔ اب رخصتی کا وقت تھا اور کرنل صاحب نے سب کو باری باری گلے لگایا' شاباش دی اور حوصلہ بلند رکھنے کی نصیحت کی۔ پھر اس خوبصورت ماحول سے ہمارا واپسی کا سفر شروع ہوا۔ اور تین بجے کے قریب ہم لاہور واپس آ گئے۔ کرنل صاحب کو ان کی رہائش گاہ کے قریب اتار کر میں سیدھا اپنے پیرو مرشد قبلہ انصاری صاحبؒ کے ہاں چل دیا۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی مقناطیسی قوت گاڑی کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ راستے میں مجھے خیال آیا کہ اس وقت تو قبلہ حضرتؒ آرام فرما رہے ہوں گے لیکن وہاں پہنچ کر حیرت ہوئی کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا آؤ آؤ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے غازیوں اور مجاہدوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ آج تو تم نے خوب مزے لوٹے ہیں۔ اگرچہ جنگ بند ہو چکی ہے مگر حالت جنگ تو ہے اور حالت جنگ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی طرح رہتی ہے اور وہی کیف اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ جب تک اللہ چاہے اللہ اکبر" قبلہ حضرت بڑے مزے لے لے کر میری باتیں سنتے رہے۔ جب عصر کی اذان کی آواز کانوں میں پڑی تو مجھے وقت کا احساس ہوا۔ چنانچہ میں نے جانے کے لئے رخصت طلب کی اور یوں زندگی کا ایک حسین' خوبصورت اور خوشیوں سے معطر دن گذرا جو یادوں کا سرمایہ ہے۔

(ہمارے پیارے بھائی آفتاب احمد خانؒ کی تحریر کردہ ڈائری کی یہ آخری قسط تھی) ادارہ

علم الہیات

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

الہیات

حکمت کا تیسرا اور سب سے اعلیٰ و افضل درجہ الہیات ہے۔ اگر کئی مختلف علوم میں سے یہ معلوم کرنا چاہیں کہ ان میں سب سے افضل کون سا علم ہے تو ان علوم کے موضوعات کو دیکھنا چاہئیے۔ جس علم کا موضوع سب سے افضل ہو وہی علم سب سے افضل ہے۔ الہیات کا مقصود چونکہ ذات کبریا ہے اس لئے یہ علم دیگر تمام علوم سے یقیناً افضل ہے پھر اس علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کتابیں پڑھ لیں اور موضوع تک پہنچ گئے۔ بلکہ اس میں پہلے کچھ عمل کرنا پڑتا ہے پھر انسان موضوع یعنی ذات باری تعالیٰ کے دیدار تک پہنچ پاتا ہے۔ وہ عمل کیا ہیں؟ چونکہ سوال خود ذات خداوندی کے بارے میں ہے۔ اس لئے جواب کا ماخذ بھی صرف قرآن سے ہونا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جواب قرآن میں خود دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

فمن کان یرجوالقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احد

"یعنی جو یہ چاہے کہ اس کو خدا کی ملاقات یا دیدار میسر آئے تو اسے چاہئے کہ عمل صالح کرے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے" اس آیت میں دو حکم ہیں۔

1۔ عمل صالح کرو۔

2۔ شرک کبھی نہ کرو۔

عمل صالح بیسیوں ہو سکتے ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور قرآن کے تمام اوامر و نواہی۔ تو یہ حکم عام ہے لیکن دوسرا حکم صرف ایک بات کے لئے ہے کہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔

اعمال صالح میں اوامر و نواہی کے علاوہ اور ایسے اعمال بھی ہیں جن میں صلاحیت ہو اللہ کی دید کے قابل بنانے کی۔ وہ بھی قرآن میں ہیں۔ میں ان کو آگے بیان کروں گا۔

یہاں یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہئیے کہ شرک کی بابت جو خاص طور پر حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ توحید کے عقیدے پر چٹان کی طرح جمے رہو کبھی کسی حالت میں بھی یہ خیال

نہیں آنا چاہیے کہ اللہ کے سوا کوئی اور طاقت بھی ہے جو میرا کچھ بگاڑ سکتی ہے یا مجھے سزا دے سکتی ہے یا مصیبت کے وقت میری مدد کر سکتی ہے۔ یہ صرف اس کی ذات ہے جو مجھے عدم سے وجود میں لایا۔ جس نے مجھ کو پیدا کیا اور مجھ کو مارے گا۔ صرف وہی ہے جو پیدا ہونے سے پہلے میرے ساتھ تھا۔ اب بھی ہر وقت ساتھ ہے اور مرنے کے بعد بھی ساتھ رہے گا۔ پھر اس کو چھوڑ کر میں کسی اور کا سہارا کیوں تلاش کروں۔ اس لئے ہر خوشی کے وقت اس کا شکر کرو اور ہر مصیبت کے وقت صرف اسی کو مدد کے لئے پکارو سورہ آل عمران آیت ۷۵ میں ہے "اگر مومن ہو تو مجھ سے ہی ڈرو۔ شیطان اور اس کے دوستوں سے نہ ڈرو" شیطان کے دوست کون ہیں؟ تمام کافر اور وہ بت جن کو یہ کافر پوجتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ پلید اور خبیث ارواح جو سزا اس مادے کے پھندوں میں قید ہیں۔ دوزخ یعنی عالم مثال میں جانے کے بھی قابل نہیں اور وہ جنات بھی شیطان کے دوست ہیں جو کافر ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل آیت 56 میں ہے "کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوائے جن کو تم پکارتے ہو (مدد کے لئے) وہ نہ تمہاری تکلیف دور کر سکتے ہیں۔ نہ (تقدیر) بدل سکتے ہیں"

سورۃ رعد آیت 16 میں ارشاد ہوتا ہے۔ قل اللہ خالق کل شی وھوالواحد القھار (الرعد) "کہہ دیجئے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔ وہ ایک ہے اور سب پر ہے" پھر اسی پر بس نہیں بلکہ تخلیق کے بارے میں سورہ الصفات میں ارشاد ہوتا ہے واللہ خلقکم وما تعملون "اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا اور ان چیزوں کو بھی جو تم بناتے ہو" تعجب ہے ان لوگوں پر جو ایسی صاف صاف آیات کی موجودگی میں اللہ کے سوائے پیروں، ولیوں، نبیوں اور موکلوں وغیرہ کو مدد کے لئے پکارتے اور پھر مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر صرف توحید کی تعلیم دینے کے لئے بھیجے گئے تھے نہ کہ معجزے دکھانے کے لئے۔

برادران حلقہ! آپ سب اللہ کے فضل و کرم سے توحیدی ہیں۔ آپ کو سختی سے اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ صرف نام ہی کے توحیدی تو نہیں۔ سچ مچ کے توحیدی ہیں۔ توحید میں اتنی طاقت ہے کہ اگر کوئی شخص واقعی توحیدی ہے تو خواہ اس اکیلے کے سامنے دنیا کی ہزار بلائیں موجود ہوں۔ شیر منہ کھولے دھاڑتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہے ہوں۔ ہزاروں کفار کا لشکر حملہ کر رہا ہو۔ سر پر ایٹم بم لئے ہوائی جہاز چکر لگا رہے ہوں اس کے پائے ثبات میں ذرا بھی تزلزل نہ آئے گا۔ کیوں؟ محض اس لئے کہ توحیدی کسی سے نہیں ڈرتا۔

مگر یاد رکھو کہ کسی سے نہ ڈرنے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ لوگوں کے ساتھ بدتمیزی اور سختی و درشتی سے پیش آؤ۔ خوش خلقی بھی توحید کا شعبہ ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہیں جانا چاہیے۔ یاد رکھو خدا کو دیکھنے کے لئے اس کے راستے میں پہلا قدم وہ شخص رکھ سکتا ہے جو پکا توحیدی ہو۔2 اس کے بعد اوامر و نواہی کی پابندی 3 تیسری چیز اللہ کا ذکر اور یاد ہے۔ ذکر کے معنی منہ سے اللہ کہنا اور دل سے یاد کرنا دونوں باتیں مراد ہیں۔ چوتھی چیز تزکیہ اخلاق ہے۔ پانچویں چیز قطع ماسوائے اللہ ہے۔

توحید کا بیان ہو چکا ہے۔ اوامر و نواہی کو سب مسلمان اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس لئے اب ذکر کا بیان کیا جاتا ہے۔ مگر ذکر کا بیان کرنے سے پہلے یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں میں ایک فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کا دیدار ہو ہی نہیں سکتا اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار الٰہی نہ ہو سکا۔ اور وہ ہمیشہ رب ارنی پکارتے اور لن ترانی سنتے رہے تو تم کو کس طرح ہو سکتا ہے۔ تو ان لوگوں کو چاہیے کہ سورہ طٰہٰ اور سورہ نمل پڑھیں۔ جن میں پیغمبری ملنے سے پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام کو آگ کے نور کی شکل میں اللہ کا دیدار ہوا اور پیغمبری عطا کی گئی سوال یہ ہے کہ تو پھر وہ بعد میں رب ارنی کیوں کہتے رہے۔ تو بات یہ ہے کہ پہلے تو انہوں نے آگ میں اللہ کا ایک صفاتی جلوہ دیکھا تھا۔ اب پیغمبر ہونے کے بعد وہ خدا کی ذات بحت یعنی اس کی حقیقت کو دیکھنا چاہتے تھے۔ جو پاک ہے تمام صفات اور رنگ و بو سے اور دیکھنا بھی چاہتے تھے مادی آنکھوں سے۔ اس واسطے لن ترانی سنتے تھے۔ لیکن طور پر بے ہوش ہونے کے عالم میں یقیناً انہوں نے روحانی آنکھ سے خدا کی ذات بحت کا مشاہدہ کر لیا اور پھر کبھی سوال نہ کیا۔

لقاء اللہ کے متعلق قرآن میں اس قدر آیتیں ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے نہ معلوم یہ لوگ کس طرح کہتے ہیں کہ خدا کا دیدار ممکن ہی نہیں۔ یہ سب آیتیں اس چھوٹے سے خطبہ میں درج نہیں کی جا سکتیں۔ لہٰذا صرف حوالہ لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ دیکھئے سورہ یونس آیت ۱۵-۴۵، سورہ رعد آیت ۲ سورہ کہف کی آخری آیت جو پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ سورہ عنکبوت آیت ۵ اور آیت ۲۳ اور آخری آیت۔ ان سورتوں کے علاوہ اور بھی کئی جگہ لقاء اللہ کا ذکر آیا ہے اور سب سے صاف صاف تو سورہ انشقاق میں ارشاد ہوتا ہے یاایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملقیہ (انشقاق)

اس آیت میں تو مسلمانوں کا بھی ذکر نہیں ہر انسان کے لئے فرمایا ہے کہ جو ہمارے لئے ایسی کوشش کرے گا جو کوشش کا حق ہے تو ہم اپنی لقاء سے اسے ضرور سرفراز فرمائیں گے۔

آپ خود غور کریں کہ اللہ جیسے رحیم و کریم آقا سے یہ امید رکھنا کہ وہ کسی کی سچی طلب اور پوری پوری کوشش کے باوجود اس کو فائز المرام نہ فرمائے گا۔ درحقیقت اس کے دامن رحمت کی وسعت سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ ان آیات کے علاوہ احادیث بھی ہیں۔ اس جگہ صرف ایک درج کی جاتی ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر کہ "آج میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا جس سے میں نے سینہ میں ٹھنڈک محسوس کی اور اس کے بعد سارا عالم مجھ پر منکشف ہو گیا" (مشکوۃ شریف) اب ذکر کی بات سنئے۔

ذکرا اللہ نے اپنے ملنے کے لئے ایسا سیدھا اور آسان طریقہ بتایا ہے کہ ہر انسان جس کو صحیح طلب ہو باآسانی اس پر عمل کر سکتا ہے۔ وہ طریقہ کیا ہے؟

ذکرا زبان سے بھی اور دل سے بھی۔ ذکر کے متعلق بہت سی آیات ہیں۔ مگر ہم بخوف طوالت صرف تین آئتیں دیتے ہیں۔ ان میں سے پہلی دو آئتیں مبتدیوں کے لئے اور آخری منتہیوں کے لئے ہے۔

پہلی دو آیتیں اس سال کے منشور دعوت اور چراغ راہ کے سرورق پر درج ہیں۔ پہلی کا ترجمہ ہے۔

"اور اپنے رب کو دل میں یاد کرو۔ زاری سے اور ڈر سے، زبان سے آواز نکالے بغیر صبح اور شام اور غافلوں سے مت ہو" (الاعراف)

دوسری آیت کا ترجمہ

"پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے ہر حال میں"

تیسری آیت ہے

واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا (المزمل)

یعنی اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور سب کو چھوڑ کر اسی کے ہو جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ قلبی

تعلق اللہ کے سوا کسی سے بھی باقی نہ رہے۔

الغرض ذکر بنیاد ہے علم الہیات کے حصول کی۔ لفظ اللہ یعنی اسم ذات کا ذکر سانس کے ذریعہ کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ ذکر پورے ذوق و شوق اور پابندی سے کم از کم دو تین برس ضرور کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ اللہ کی یاد دل میں مستقل ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر لفظاً" ذکر کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے ساتھ ہی دل میں جوش پیدا کرنے کے لئے نفی اثبات کا ذکر بھی بہت ضروری ہے۔ یہ جہر سے ہو تو بہت اچھا ہے۔ اس سے خون میں گرمی پیدا ہوتی اور دل و دماغ اس سے متاثر ہو جاتے ہیں اور اللہ اللہ بدن کے ایک ایک روئیں اور خون کے ایک ایک ذرے میں مل جاتا ہے۔ یوں کہئے کہ روزانہ بیڑی کو چارج کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے یہ بھی بہت ضروری ہے۔ مگر زیادہ نہیں تو کم از کم پندرہ منٹ کر لینا کافی ہے۔ پچھلے زمانے میں یہ ذکر ۴۔۵ ہزار مرتبہ روزانہ بتایا جاتا تھا مگر مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ پاس انفاس اصل چیز ہے اور نفی اثبات تو صرف جوش و خروش پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ دوسرا پہلو نفی اثبات کا یہ ہے کہ نفی کرنا آجائے اور اس کی عادت ہو جائے۔ جب تک نفی درست نہ ہو اثبات کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتا اس لئے ذکر آہستہ آہستہ کرنا چاہیے جلدی نہیں۔ بعض ہمارے بھائی غلطی سے سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہفتہ واری حلقہ ذکر میں شریک ہونا ہی کافی ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہیں ان کو مطلق کوئی ترقی نہیں ہو گی۔ یہ ذکر روزانہ گھر میں نماز فجر سے پہلے یا بعد میں کرنا چاہئے۔ یہ نہ ہو تو نماز عشاء کے بعد سہی۔ آپ یہ سب کچھ جانتے ہیں اور جو بھائی نئے ہیں وہ دوسرے پرانے بھائیوں سے پوچھ سکتے ہیں۔ اس واسطے ذکر کا زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

اب چوتھی چیز تزکیہ اخلاق ہے۔ یہ چیز بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ پاس انفاس۔ ذکر سے قلب میں روح اور جان پڑتی ہے اور حرارت و سوز عشق الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن گرمی اور سوز تو پیدا ہو جائے اور تزکیہ اخلاق نہ کیا جائے تو وہ حرارت بجائے فائدے کے نقصان پہنچائے گی۔ دراصل وہ حرارت ہی مقصود ہے۔ بعض اشخاص کے دل میں گرمی پیدا نہیں ہوتی لیکن باقی کوائف سب ٹھیک ہوتے ہیں تو ان کو پریشان نہ ہونا چاہیے۔ اس حرارت کے ساتھ ہلکا سا نشہ اور سرور ہوتا ہے اور اس حالت میں سالک بڑے بڑے کام کر سکتا ہے۔ جتنے کرشمے اور کرامات سالک سے سرزد ہوتے ہیں اس حرارت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ یہ حرارت ایک خاص درجہ تک اگر کسی میں

پیدا ہو جائے تو اس میں اس قدر کشش مقناطیسی پیدا ہوتی ہے کہ ہر شخص اس سے محبت کرنے لگتا ہے اس کا والہ و شیدا ہو جاتا ہے اور اس کا ہر حکم مانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر تزکیہ اخلاق نہ ہوا ہو تو انسان اس طاقت سے غلط اور ناجائز فائدہ اٹھائے گا۔ اس لئے تزکیہ اخلاق بہت ضروری ہے۔ اس کے لئے بزرگ سفر کرنے کا حکم دیتے تھے سقہ بن کر پانی پلواتے تھے۔ بھیک منگواتے تھے۔ اس زمانہ میں یہ باتیں کون کرے گا۔ لہٰذا میں نے ایک بہت ہی سہل طریقہ اس کا نکالا ہے اور وہ یہ ہے کہ غصہ اور نفرت کو دل سے بالکل نکال دو۔ ایسا کرنے سے باقی برائیاں رفتہ رفتہ خود ہی جاتی رہیں گی۔ یہ عمل گھر ہی سے شروع ہونا چاہئے۔ یعنی اپنے بیوی بچوں، رشتہ داروں، ملازموں وغیرہ پر کبھی غصہ نہ کرو۔ خواہ ان سے کیسی ہی خطا سرزد ہو۔ ضبط کرو اس سے قوت برداشت پیدا ہو گی جو ہر بڑے آدمی خصوصاً اصلاح کرنے والوں کے لئے بہت ضروری ہے۔ دل تو چاہتا تھا کہ اس پر دو چار صفحے لکھتا لیکن اول تو چار ماہ کی مسلسل بیماری سے دماغ کمزور ہے اجازت نہیں دیتا دوسرے وقت بھی تھوڑا رہ گیا ہے آپ پہلے ہی سب کچھ جانتے بھی ہیں جس کسی کو تفصیل معلوم کرنا ہو تعمیر ملت سے معلوم کر سکتا ہے۔ یہ سب کچھ اس میں لکھا ہے غصہ اور نفرت کی نفی کے ساتھ ساتھ دو چیزیں اختیار کرو ایک عالمگیر محبت دوسرے حق یعنی خدا کی ہر مخلوق سے محبت سے پیش آؤ اور جو کام کرو حق کرو۔

یہ چار باتیں جو اوپر بیان ہوئیں اوسط درجہ کا بزرگ بننے کے لئے ضروری ہیں۔ اگر یہ سب کچھ ٹھیک ٹھیک کیا جائے تو سالک میں کشف و کرامات کی وہ طاقت خود بخود پیدا ہو جائے گی جو غیر مذاہب کے صوفیوں کی کسی عبادت و ریاضت اور یوگ وغیرہ سے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی۔ مسمریزم، ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی انتقال خیال اس کو اس درجہ حاصل ہو گا کہ دوسرے طریقوں سے ان طاقتوں کو حاصل کرنے والے کبھی حشر تک نہیں کر سکتے۔ اعلیٰ درجہ کی بزرگی حاصل کرنے اور مراتب اعلی تک پہنچنے یعنی قرب خداوندی حاصل کرنے کے لئے پانچویں بات یعنی قطع ماسوی اللہ بدرجہ کمال پیدا کرنا پڑتی ہے اوسط درجے تک کے لئے بھی ضروری تو ہے۔ مگر اس قدر زیادہ نہیں۔ قطع ماسویٰ اللہ کیا ہے؟ یہ ہے کہ سالک کا دلی تعلق اللہ کے سوائے دنیا کی کسی شے مثلاً بیوی بچے، روپیہ پیسہ، عیش و عشرت وغیرہ کسی چیز سے سوت کے دھاگے کے برابر بھی تعلق قائم نہ رہے لیکن حقوق العباد کما حقہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ یہ کام بہت مشکل ہے، کرنے والوں کے لئے کوئی چیز مشکل

نہیں سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ہزاروں نے کیا ہے اب کر رہے ہیں اور آئندہ کریں گے۔ طلب صحیح، ہمت بلند اور عمل پیہم کی ضرورت ہے۔

الغرض یہ ہے وہ علم حکمت جو حضور نبی کریم ﷺ اپنے ساتھیوں کو سکھاتے تھے۔ علم حقائق الاشیاء، حکمت کے عام معنی "عقل کی باتیں" بھی ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حضور ﷺ نے عرب کے انپڑھ جہلا کو اپنی تعلیم سے علم کا وہ نور بخشا کہ وہ قیصرو کسریٰ کے درباروں میں بے جھجک چلے جاتے اور ایسی عقلمندی کی باتیں کرتے کہ بڑے بڑے عالم و فاضل دنگ رہ جاتے اور ان کا جواب نہ دے سکتے اس کی وجہ یہ تھی کہ علم الٰہیات سے انسان میں عقل سلیم اور قلب سلیم پیدا ہو جاتا ہے اور جس کو یہ دونوں نعمتیں میسر آ جائیں وہ بڑے بڑے فلسفہ دانوں کو بھی لاجواب کر دیتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم الٰہیات حاصل کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے تو جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے۔ اس میں عقل سلیم اور قلب سلیم پیدا ہو جاتا ہے علم لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کے آگے پھر کسی علم کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس میں وہ روحانی جذبہ اور مقناطیسی کشش پیدا ہو جاتی ہے کہ جو اس کے پاس تھوڑی دیر بھی بیٹھتا ہے اس کا ہو کر رہ جاتا ہے اس لئے تمام دنیاوی کام بھی ہمیشہ اس کے حسب دلخواہ انجام پاتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور خدا سے جو مانگتا ہے وہی ملتا ہے۔ وہ ہمیشہ خوش رہتا اور دوسروں کو خوش رکھتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ خلق خدا کی اصلاح کرتا اور ان کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ آخرت کے لحاظ سے وہ نہ بائیں والوں میں ہوتا ہے نہ دائیں والوں میں بلکہ آگے والوں میں ہوتا ہے اور ہمیشہ قرب اور لقائے الٰہی سے شادکام رہتا ہے۔

سبحان اللہ و نحمدہ خطبہ تمام ہوا اب دعا کرو کہ خدائے رحیم و کریم تمام مسلمانان عالم کا بول بالا کرے۔ انہیں کفار و مشرکین کی بالا دستی سے نجات دے کر پھر سب پر غالب فرمائے انہیں فرقہ بندیوں اور تفرقہ پردازیوں کو جو ان کی ذلت و خواری کی اصل وجہ ہیں دور فرما کر متحد کر دے۔ ان سے شرک کی لعنت کو دور کرے۔ اشخاص پرستی، پیر پرستی اور قبر پرستی جیسی لعنتوں سے نجات دے کر خالص اور پکا توحیدی بنا دے۔ آمین یا رب العالمین۔

اللہ تعالیٰ کی بادشاہی

(شیخ محمد اسلم)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ معرفت نفس معرفت حق کی کنجی ہے تو یہ بھی جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت میں حکمرانی کس طرح کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو حکم دینا، ان کا حکم بجالانا اور آسمان سے زمین پر حکم بھیجنا، زمین کے باشندوں کے کاموں کو آسمان سے وابستہ کرنا اور رزق کی کنجی حوالہ آسمان کرنا یہ تمام امور کیسے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں یہ باب بڑا اہم ہے اور اسے معرفت افعال کہا جاتا ہے جس طرح معرفت ذات و صفات کی کنجی معرفت نفس ہے اسی طرح معرفت افعال کی بھی کنجی ہے۔ جب تک تجھے یہ معلوم نہ ہو گا کہ تو خود اپنے جسم کی مملکت میں کیسے حکمرانی کرتا ہے اس وقت تک تو یہ بھی معلوم نہ کر سکے گا کہ شہنشاہ عالم کس طرح حکمرانی فرماتا ہے۔ اس لئے پہلے تو اپنے آپ کو پہچان اور اپنے ایک ایک کام کو جان۔

مثلاً" جب تو کسی کاغذ پر بسم اللہ لکھنا چاہتا ہے تو پہلے تو اس کی خواہش تیرے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ پھر دل میں حرکت و جنبش پیدا ہوتی ہے۔ دل سے مراد روح ہے اور وہی جنبش کرتی ہے اور جب دماغ میں پہنچتی ہے تو دماغ کے پہلے خزانہ میں جو قوت خیال کی جگہ ہے بسم اللہ کی صورت میں پیدا ہوتی ہے اور دماغ کے پٹھوں میں اثر پہنچتا ہے جو تمام بدن میں پہنچتے ہیں اور انگلیوں میں تاگے کی طرح بندھے ہوئے ہیں اس اثر سے پٹھے جنبش کرتے ہیں اور پھر ان سے انگلی کا سرا قلم کو جنبش دیتا ہے تو کاغذ کی سطح پر صورت خیالیہ کے مطابق بسم اللہ کی صورت سامنے آجاتی ہے۔ اس میں باقی حواس بالخصوص حاسہ بصری کی اعانت بھی شامل ہوتی ہے۔ تو جس طرح اس لکھائی کی ابتدا رغبت سے ہوتی ہے جو انسان میں پیدا ہوتی ہے اسی

طرح اللہ تعالیٰ کے تمام کاموں کی ابتدا ارادہ سے ہوتی ہے۔ جس طرح لکھنے کے ارادہ کا اثر پہلے تیرے دل میں ہوتا ہے اور پھر دل کے واسطے سے ہر جگہ پہنچتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ارادے کا اثر پہلے عرش پر پیدا ہوتا ہے پھر اور مقامات تک پہنچتا ہے اور جیسے بخارات کی طرح جسم لطیف دل کی رگوں کی راہ سے انسانی دماغ میں پہنچتا ہے ایسے ہی حضرت حق کا بھی ایک جوہر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو عرش سے کرسی تک پہنچاتا ہے۔ اس جوہر کو فرشتہ اور روح القدس کہتے ہیں۔ جس طرح بسم اللہ لکھنا تیرا مقصد ہے اور اسے تیرا فضل کہتے ہیں اس کی صورت پہلے خزانہ خیالیہ میں پیدا ہوتی ہے اور اس کے موافق درجہ بدرجہ چلتی ہوئی انگلیوں اور قلم کے ذریعے کاغذ پر ظاہری شکل اختیار کرتی ہے۔ اسی طرح جس چیز کی صورت دنیا میں ظاہر ہوتی ہے اس کا نقش پہلے لوح محفوظ میں ظاہر ہوتا ہے اور انسانی دماغ میں جس طرح لطیف قوت ہے جو پٹھوں کو جنبش دیتی ہے تاکہ وہ انگلی کو جنبش دیں اور انگلی قلم کو حرکت میں لائے اسی طرح جوہر لطیف یعنی فرشتے جو عرش و کرسی پر معمور ہیں آسمانوں اور تاروں کو حرکت دیتے ہیں اور ان کے شعاعی اثرات کے واسطے سے عالم سفلی میں بنیادی طبائع میں جنبش پیدا کرتے ہیں جن کو گرمی، سردی، خشکی اور تری کا نام دیا جاتا ہے۔

اور جس طرح قلم سیاہی کو جنبش دے کر پراگندہ چیز کو مجمع کرتا ہے تاکہ بسم اللہ کی صورت پیدا ہو اسی طرح یہ گرمی سردی بھی پانی، مٹی اور ان مرکبات کی اصل شکلوں کو جنبش دیتی ہیں اور جس طرح کاغذ قلم کی سیاہی کو قبول کرتا ہے اسی طرح تری ان مرکب شکلوں کو قابل صورت بناتی ہے اور خشکی ان کی محافظ ہو جاتی ہے تاکہ مرکبات اس شکل کی حفاظت کریں اور اس کو ضائع نہ ہونے دیں۔ ظاہر ہے کہ اگر تری نہ ہو گی تو مرکبات کی شکلیں نہ بنیں گی اور خشکی نہ ہو گی تو شکل کی حفاظت نہ ہو گی اور جب قلم اپنا کام پورا کر لیتا ہے تو قوت خیالیہ میں جو شکل تھی وہ آنکھ کی مدد سے واضح اور ظاہر ہوتی ہے اسی طرح گرمی سردی جب

ان مرکبات کی بنیادی حقیقتوں کو حرکت دیتی ہیں تو فرشتوں کی مدد سے حیوانات اور نباتات وغیرہ کی صورتیں لوح محفوظ کی صورتوں کے مطابق ظہور پذیر ہو جاتی ہیں اور جس طرح تیرے کاموں کا اثر تیرے دل سے چل کر تمام اعضاء میں منتشر ہوتا ہے اسی طرح عالم اجسام کا آغاز عرش میں ہوتا ہے اور جس طرح خاصیت کو پہلے دل قبول کرتا ہے اور اس کے بعد باقی اعضاء اور لوگ دل کو تیرے ساتھ نسبت کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ دل میں رہنے والا تو ہے۔

اسی طرح سب چیزوں پر تصرف عرش کے واسطے سے ہوتا ہے اس لئے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر رہتے ہیں اور جسطرح تو دل پر غالب ہے اور دل کا کام درست ہو جانے سے تو بدن کی تدبیر کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ عرش پیدا کر کے عرش پر مستوی ہوا اور عرش مغلوب ہو گیا تو تمام جہان کی تدبیر ہو گئی۔ حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ ثم استوی علی العرش یدبر الامر (یونس) تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ حق ہے اور صاحب بصیرت لوگ مکاشفہ سے صاف معلوم کر لیتے ہیں اور پھر اس کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ ان اللہ خلق ادم علی صورتہ

اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ کو بادشاہ کو بادشاہوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اگر تجھے تیری مملکت میں بادشاہی نصیب نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مملکت کا ہلکا سا نمونہ تیرے اندر پیدا نہ کیا تو تو اللہ کو بھی پہچان نہ سکتا۔ لہٰذا اس بادشاہ حقیقی کا شکر ادا کر جس نے تجھے پیدا کر کے رتبہ بادشاہی عنایت فرمایا اور اپنی مملکت کے نمونہ کے طور پر تجھے بھی چھوٹی سی سلطنت و مملکت بخش رکھی ہے۔

(اقتباس از "کیمیائے سعادت" مصنفہ ابو حامد محمد الغزالیؒ)

عالم اسلام ۔۔۔۔ چند تلخ حقائق

(صاحبزادہ خورشید گیلانی)

کل کے کالم میں بات ہوئی تھی کہ دستیاب اور معروضی حالات میں عالم اسلام کو یا تو کچھ عرصے کے لئے LOW PROFILE میں رہ کر اپنے شکستہ بال و پر کی مرمت اور منتشر ذہنی و عملی اور فنی و مالی وسائل کو مجتمع کرنے کا کام کرنا چاہئے تاکہ پوری تیاری کے ساتھ وہ پیش آنیوالے معرکے میں حصہ لے سکے یا اگر مہلت عمل بہت کم رہ گئی ہے تو پھر۔

بانشہ درویشی و مسار دمادم زن

کر دینا چاہئے۔ لیکن جو کچھ بھی کیا جائے وہ پورے اذعان اور یکسوئی کے ساتھ ہو گومگو کی پالیسی ضرر رساں رہے گی یعنی تیاری کا خانہ بالکل خالی ہو اور نعرہ بازی کا خانہ چوبیس گھنٹے چالو ہو' بیت المقدس کی بازیابی ہو یا کشمیر کی آزادی' لال قلعہ دہلی پر پرچم لہرانا ہو یا واشنگٹن کو آنکھیں دکھانا اس کے لئے کم از کم مٹھی بھر بال و پر اور چلو بھر خون چاہئے۔ پہلے بھی لمحوں کی خطاصدیوں کی سزا تک چلی گئی ہے اس کا اعادہ تکرار کسی طور پر مناسب نہیں۔

قدرت نے عالم اسلام کو جن نوازشات اور امکانات سے مالا مال کر رکھا ہے اگر ان پر نظر ڈالی جائے تو اس سے بڑھ کر خلافت و وراثت ارضی کا مستحق کوئی دوسرا نظر نہیں آتا لیکن گردو پیش اور موجود اعداد و شمار اور حقائق کو دیکھا جائے تو یہ بہت تلخ اور عبرت آموز ہیں۔

دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ عالم اسلام ہے اور یہ بہت بڑی افرادی قوت ہے' اس کی جغرافیائی حدود سوا تین کروڑ مربع میل ہیں۔ اسے دریاؤں' نہروں' سمندروں' پہاڑوں' صحراؤں' میدانوں' جنگلوں اور زرخیز زمینوں کا سب سے بڑا ذخیرہ میسر ہے' معدنیات اور خام قدرتی وسائل کا خزانہ سب سے زیادہ عالم اسلام کو میسر ہے۔ تیل کے مجموعی عالمی ذخائر کا تین چوتھائی حصہ عالم اسلام کی ملکیت ہے۔ زرعی پیداوار کی بے پناہ استعداد کا حامل بھی عالم اسلام

ہے' اسے ایک گونہ جغرافیائی وحدت اور قرب باہمی بھی حاصل ہے' یہ تو اس کے امکانات کی دنیا ہے' مگر دوسرا پہلو بھی نگاہوں کے سامنے رہنا چاہئے۔ جو بہت چشم کشا اور ہوش ربا ہے۔

عالم اسلام کی کل آبادی کا چالیس فیصد قطعی طور پر ناخواندہ اور جاہل ہے' سائنسی اور تکنیکی شعبوں میں اس کی افرادی قوت محض آٹھ ملین ہے اور فنی و سائنسی شعبوں میں مصروف کار عالمی آبادی کے مقابلے میں اس کا تناسب محض چار فیصد ہے۔ قرطبہ' غرناطہ' بغداد اور قاہرہ جیسے علمی گہوارے آباد کرنے والی امت اور اپنی آغوش میں کندی و قرطبی' ابن رشد و بو علی' الفارابی و البیرونی' طوسی و رومی اور غزالی و رازی کی پرورش کرنے والی قوم کی آج علمی حالت یہ ہے کہ سارے عالم اسلام میں محض ساڑھے تین سو یونیورسٹیاں ہیں۔ یعنی سوا ارب آبادی کے لئے اور تین کروڑ مربع کلومیٹر کے اندر صرف ساڑھے تین سو یونیورسٹیاں اور ان میں سے ڈاکٹریٹ سطح کے لوگ سال بھر میں صرف ایک ہزار کے قریب فارغ ہوتے ہیں۔

چھپن اسلامی ممالک اور سوا ارب انسانوں کی محنت اور کمائی کا سالانہ مجموعی میزانیہ بارہ ہزار بلین ڈالر ہے' جب کہ اکیلے فرانس کا پندرہ ہزار' جرمنی کا دس ہزار اور جاپان کا بچپن ہزار بلین ڈالر ہے۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے خوش فہمی آخر ہمارا کس قدر اور کہاں تک ساتھ دے پائے گی؟

عالم اسلام کی باہمی اور داخلی صورتحال بھی چنداں قابل رشک نہیں' کسی بھی اسلامی ملک کے جتنے اختلافات کسی غیر اسلامی ملک کے ساتھ ہیں تقریباً" اتنے ہی تنازعات کسی نہ کسی اسلامی ملک کے ساتھ نظر آتے ہیں' کہیں سرحدی تنازعہ ہے' کہیں فکری تنازعہ ہے' کہیں گروہی تنازعہ ہے اور کہیں شخصی تنازعہ' نہ فلسطین پر ایک آواز ہے' نہ کشمیر پر مکمل اتفاق رائے ہے اور نہ اقوام متحدہ میں ایک موقف ہے' ایسے میں اگر عالم اسلام اور اس کے نمائندین اپنی کانفرنسوں اور تقریروں میں اپنے لئے ویٹو پاور کا حق مانگیں تو ان کے لئے دلیل

کون فراہم کرے گا؟

عالم عرب کو دیکھ لیجئے شام اردن سے بگڑا ہوا ہے' عراق کویت اور سعودی عرب سے بگڑا ہوا ہے اور مصر لیبیا سے روٹھا روٹھا رہتا ہے اور لیبیا سب سے "کٹی" کئے ہوئے ہے۔ کچھ عرصہ ادھر کی بات ہے ایران اور افغانستان بڑے تصادم سے بچتے بچتے رہ گئے۔ ورنہ فوجیں بیرکوں سے نکل کر سرحدوں تک آ پہنچی تھیں۔

یہ ہے منظر نامہ خواہ کس قدر ناخوشگوار ہو کم از کم غلط تصویر کش نہیں ہے۔ راہ نجات صرف ایک ہے اور وہ ہے حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف اور نیک نیتی سے اپنی ہمہ نوعی طاقت کا اجتماع اور ارتکاز' اس پس منظر میں عالم اسلام کے لئے سہ نکاتی ایجنڈا تجویز کیا جا سکتا ہے' اس کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ عالم اسلام بین الاقوامی سطح پر ایک ہمراز اور یکساں سیاسی پالیسی اختیار کرے' داخلی تنازعات کہاں اور کیسے زیر بحث آئیں اور حل کئے جائیں؟ کس کے ساتھ عالمی سطح پر اشتراک ہو؟ بین الاقوامی فورم پر عالم اسلام کو درپیش سیاسی مسائل پر ایک موقف کیسے اپنایا اور پیش کیا جائے؟ ان تمام امور پر نمایاں ہم آہنگی نظر آنی چاہئے۔

دوسرا یہ کہ عالم اسلام کو اپنا ایک مضبوط معاشی بلاک بنانا چاہئے۔ اس کے مجموعی قومی پیداوار کے بارہ ہزار بلین ڈالر بھی دوسروں کے استعمال میں زیادہ رہتے ہیں۔ اس پر توجہ دی جائے اور تیسرا نکتہ نظریاتی پختگی اور وابستگی کا ہے' امریکہ اور روس کے بجائے مکہ و مدینہ محور بنایا جائے۔ اپنی نظریاتی شناخت کی جائے مغرب اپنی بے خدا تہذیب اور بے لگام جمہوریت سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں' روس اور چین کے لئے کیمونزم اور سوشلزم عقیدہ بن چکے ہیں۔

امریکہ طاقت اور بے محابا طاقت کو اپنا معبود بنا چکا ہے۔ ہمیں اسلام کو اپنا محود و مرکز' اپنا تشخص و تعارف اور اپنا نام و نسب اور اعزاز بنانے میں کیوں جھجک محسوس ہوتی ہے؟ ☆ ☆

اللہ دنیا کا بہترین فلسفہ اور نظام ہے جس میں رنگ و نسل کی بے رحمانہ تقسیم نہیں' علاقے و زبان کو بت کا درجہ حاصل نہیں' "شوریٰ" جس کا عندان جلی اور طرہ امتیاز ہے' دنیا کی مادیات اور لذات جس کا اول و آخر ہدف نہیں' جو ہر نوع کی ذہنی و جسمانی غلامی کا دشمن ہے' جس کے ہاں شرف انسانی بیت اللہ سے بڑھ کر مقام رکھتا ہے' جو اپنے پیروکاروں کو "امت وسطیٰ" کہتا ہے یعنی دائیں اور بائیں اور افراط و تفریط کے مرض سے پاک امت' جو امت کی تشکیل نسلی و لسانی اور جغرافیائی بنیادوں پر نہیں انسانی اور روحانی بنیادوں پر کرتا ہے اور جو اسلام دنیا بھر کو اپنا مدعو قرار دیتا ہے کسی کو حریف نہیں کہتا' اس کے ہاں کالے اور گورے' یورپی اور ایشیائی اور عربی و عجمی کی تفریق نہیں وہ صرف حق اور باطل اور عدل و ظلم کے درمیان میزان امتیاز کھڑی کرتا ہے۔

ہجوم کشمکش ایک حقیقت ہے مگر عالم اسلام چاہے تو یہ سوچ کر اپنی جدوجہد کو تیز کر سکتا ہے کہ اس نے مورچہ چھوڑا ہے جنگ نہیں ہاری' مورچہ چھوڑنا ایک جنگ کی حکمت عملی یا وقتی پسپائی ہوتی ہے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا' جنگ جاری ہے' ازل سے تا امروز اس کے لئے تیاری کر کے میدان میں اترنا چاہئے۔

ہمت مرداں مدد خدا

چند پیمانے ٹوٹ بھی جائیں مگر نگاہ یار سلامت ہو تو ہزار میخانے آباد ہو جاتے ہیں۔

(بشکریہ نوائے وقت)

مولانا عبید اللہ سندھی (ہندوستان)

(ڈاکٹر عبد الغنی فاروق)

میں 10 مارچ 1872ء کو ضلع سیالکوٹ (پنجاب) کے گاؤں چیانوالی میں ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوا۔ میرے والد رام سنگھ میری پیدائش سے چار ماہ پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ دو سال بعد دادا بھی فوت ہو گئے تو میری والدہ مجھے میرے ماموں کے پاس جام پور (ڈیرہ غازی خان) لے گئیں۔ میرے ماموں وہاں پٹواری تھے۔ میرے دادا سکھ حکومت میں اپنے گاؤں کے کاردار تھے۔

میری تعلیم 1872ء سے جام پور کے اردو مڈل سکول سے شروع ہوئی۔ خدا کے فضل سے میں پڑھائی میں بہت اچھا تھا اور میرا شمار ممتاز طالب علموں میں سرفہرست تھا۔

1884ء میں جب کہ میری عمر صرف بارہ برس تھی مجھے سکول کے ایک آریہ سماج ہندو لڑکے کے ہاتھ میں "تحفۃ الہند" نظر آئی۔ میرے اشتیاق پر اس نے مجھے یہ کتاب عاریتاً دے دی جسے میں نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے پڑھا خصوصاً اس حصے نے بہت متاثر کیا جو نو مسلموں کے حالات پر مشتمل تھا۔ اسلام کی صداقت نے میرے دل و دماغ پر ایک نقش سا قائم کر دیا۔

ڈیرہ غازیخان مسلم اکثریت کا ضلع تھا اور عام مسلمان مذہب کے سچے شیدائی اور راسخ العقیدہ تھے۔ اس ماحول نے وہاں کے غیر مسلموں کو خاصا متاثر کر رکھا تھا۔ چنانچہ نزدیکی گاؤں کوٹلی مغلاں کے چند ہندو دوستوں نے جو میری طرح "تحفۃ الہند" کے گرویدہ تھے مجھے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی "تقویۃ الایمان" پڑھنے کو دی۔ اس کے مطالعہ سے میں اسلامی توحید اور شرک کے فرق کو بخوبی سمجھ گیا۔ میں نے شدت سے محسوس کیا کہ جن چیزوں کو میں دل سے ٹھیک سمجھتا ہوں اور میری عقل ان پر یقین رکھتی ہے، وہ چیزیں ہندوؤں اور سکھوں کے

مذہبی طور طریقوں سے زیادہ اسلام میں ہیں۔ یہ میرا اپنا تجزیہ اور احساس تھا اور متذکرہ کتابوں نے اس جانب میری رہنمائی کی تھی۔ میں نے دیکھا کہ سکھ بھی خدا کو ایک مانتے ہیں اور مسلمان بھی، مگر اسلام کا تصور توحید سکھوں سے بلند تر ہے۔ مساوات انسانی دونوں مذہبوں میں موجود ہے لیکن اسلام نے مساوات کو جس طرح عملی شکل دی ہے وہ سکھ مت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ سماج کی نمائشی رسوم سے دونوں مذہبوں کو نفرت ہے مگر میں اکثر محسوس کرتا ہوں کہ سکھ مت نے اپنے آپ کو ان رسوم میں بری طرح مقید کر لیا ہے اور اب اس مذہب کا بابا گرونانک کی پاکیزہ تعلیمات سے بس برائے نام تعلق ہے۔

میں ان باتوں پر عرصے تک غور و فکر کرتا رہا۔ کتنی ہی راتیں میں نے آنکھوں میں کاٹ دیں، مجھے یقین ہو گیا تھا کہ جس مذہب کو میری ماں، بہنیں اور ماموں مانتے ہیں وہ صداقت پر مبنی نہیں ہے جب کہ اسلام جو غیروں کا مذہب ہے وہ بہر حال سچا اور مبنی بر حق ہے۔ اب کروں تو کیا کروں، جاؤں تو کہاں جاؤں؟

انہی دنوں ایک مولوی صاحب نے مولوی محمد صاحب لکھوکی، کی کتاب احوال ال آخرت (پنجابی) پڑھنے کو دی۔ "تحفہ الہند" اور "احوال آخرت" کے بار بار مطالعے نے بالآخر مجھے حتمی فیصلے تک پہنچا دیا۔ میں نے نماز سیکھ لی اور تحفہ الہند کے مصنف کے نام پر اپنا نام عبیداللہ رکھ لیا۔ یہ 1887ء کا ذکر ہے اور اس وقت میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا ارادہ تھا کہ اگلے سال جب کسی ہائی سکول میں تعلیم کے لئے جاؤں گا تو قبول اسلام کا اعلان کر دوں گا۔

مگر جذبات نے سمجھایا کہ مزید تاخیر مناسب نہیں، کیا خبر موت اس وقت تک مہلت دے یا نہ دے۔ چنانچہ 15 اگست 1887ء کی صبح کو جب کہ میری والدہ باہر رسوئی میں بیٹھی کھانا پکا رہی تھی، میں کسی بہانے چپکے سے باہر نکلا اور زندگی کے نئے سفر پر چل کھڑا ہوا۔ منزل نامعلوم تھی۔ میرے ساتھ کوٹلی مغلاں کا ایک رفیق عبدالقادر تھا۔ ہم دونوں عربی مدرسہ کے

ایک طالب علم کی معیت میں کوٹلہ رحم شاہ (مظفر گڑھ) پہنچے۔ وہاں 9 ذی الحجہ 1304ء کو میری سنت تطہیر ادا ہوئی۔ وہیں معلوم ہوا کہ میرے اعزاء میری تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہے ہیں۔ چنانچہ میں سندھ کی طرف روانہ ہو گیا اور بھرچونڈی شریف میں حافظ محمد صدیق صاحب کی خدمت میں پہنچ گیا جو اپنے وقت کے جنید ثانی اور سید العارفین تھے۔

چند ماہ بھرچونڈی شریف میں حافظ صاحب کی صحبت میں گزرے۔ فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے لئے اس طرح طبیعت ثانیہ بن گئی جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔ حضرت نے ایک روز میرے سامنے اپنے لوگوں کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا "عبید اللہ نے اللہ کے لئے ہمیں اپنا ماں باپ بنالیا ہے" اس کلمہ مبارک کی تاثیر خاص طور پر میرے دل میں محفوظ ہے' میں انہیں اپنا دینی باپ سمجھتا ہوں اور انہی کی خاطر میں نے سندھ کو اپنا مستقل وطن بنالیا اور سندھی کہلوایا۔ میں نے قادری راشدی طریقہ میں حضرت سے بیعت کرلی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ محسوس ہوا کہ بڑے سے بڑے انسان سے کبھی مرعوب نہیں ہوا۔

بھرچونڈی شریف سے میں تحصیل علم کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ پہلے ریاست بہاولپور کی دیہاتی مساجد میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتا رہا۔ پھر دین پور (متصل خانپور) پہنچا جہاں سید العارفین کے خلیفہ اول مولانا ابو السراج غلام محمد صاحب رہتے تھے۔ یہیں میں نے ہدایت النحو تک کی کتابیں مولانا عبد القادر سے پڑھیں۔ حضرت خلیفہ صاحب نے میری والدہ کو خط لکھوایا۔ وہ آگئیں اور مجھے واپس لے جانے کے لئے بہت زور لگایا' مگر الحمد للہ میں ثابت قدم رہا (یہ غلط ہے کہ میری والدہ دیوبند پہنچیں) شوال 1305ھ میں دین پور سے کوٹلہ رحم شاہ چلا گیا اور وہاں سے ریل پر سوار ہو کر دیوبند جا پہنچا جہاں شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کی رہنمائی میں ایک نئی تعلیمی اور سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔

اخلاق اور اخلاقیات

(چوہدری محمد حسین)

پچھلے ماہ حصول عرفان و عشق الٰہی کے دو ذریعے بیان ہوئے ہیں ایک ذریعہ اجابت یعنی فضل الٰہی اور دوسرا ذریعہ انابت یعنی کسب و سعی کا۔ ان کے علاوہ ایک تیسرا نسخہ بھی ہے جو دوسرے طریقے سے نسبتاً آسان اور زیادہ کارگر ہے یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ محبت پہلے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف نزول کرتی ہے جس سے ادنیٰ شہہ پاکر اعلیٰ کی طرف مائل اور راغب ہو جاتا جوں جوں تعلق بڑھتا ہے رغبت محبت میں اور محبت عشق میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ادنیٰ یعنی محب محبوب کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے مگر عشق اول در دل معشوق پیدا می شود۔ یعنی عشق پہلے پہلے معشوق کے دل میں پیدا ہوتا ہے یا یوں کہیے کہ یہ محبوب ہے جو محب کے دل میں محبت کی جوت جگاتا ہے۔ انفس و آفاق میں یہی قانون کارفرما ہے۔ حتیٰ کہ غیرذی روح میں بھی یہی اصول نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اصل میں ایسا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مقناطیس لوہے کو نہیں کھینچتا بلکہ پہلے لوہے میں مقناطیسیت پیدا کرتا ہے پھر لوہا مقناطیس کی طرف کھنچ جاتا ہے اس عمل کو سائنس کی زبان میں عمل امالہ (Induction) کہتے ہیں بعینہ یہ اصول حیوانوں اور انسانوں میں بھی پایا جاتا ہے روز مرہ زندگی میں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

حیوانوں کو انسانوں کے ساتھ فطری محبت نہیں ہوتی مگر تجربہ شاہد ہے کہ پالتو جانور بلکہ بعض حالات میں درندے بھی اپنے مالکوں سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں وہ اس لئے کہ مالک پہلے ان سے محبت کرتے ہیں یہاں ایک قصہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

حکائت

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے بعد جب طوائف الملکوکی کا دور آیا تو حقیقی اقتدار کے مالک سید برادران تھے جو تاریخ میں بادشاہ گر مشہور ہیں وہ مغلیہ شہزادوں کی فوج ظفر موج سے جسے چاہتے بادشاہ بنا دیتے جسے چاہتے معزول یا قتل کروا دیتے یا پھر اندھا کروا دیتے۔ اس طرح ایک شہزادے کو تخت پر بٹھا دیا اور کچھ دنوں بعد اسے قتل کروا دیا۔ مقتول شہزادے کی ذاتی سواری کا ایک ہاتھی تھا جس سے شہزادہ بہت پیار کرتا تھا اپنے ہاتھ سے اسے راتب کھلاتا اور خود اس کی ٹہل سیوا کرتا اور اسکی نگاہ داشت کے لئے ایک خاص مہاوت رکھا ہوا تھا اس لئے ہاتھی بھی شہزادے سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا اس کے سوا کسی کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتا تھا جب ہاتھی کو شہزادہ نظر نہ آیا تو فیلبان سے چھوٹ کر شہزادے کے انتظار میں اس کے محل کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ نہ کچھ کھاتا تھا نہ پیتا تھا اور نہ وہاں سے اٹھتا مہاوت کو بھی نزدیک نہیں آنے

دیتا تھا۔ یہاں تک کہ شہزادے کے غم میں بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر اس کے دروازے پر ہی جان دے دی۔

اس اصول کے تحت اللہ تعالیٰ کی خالص محبت بندہ کے دل میں اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ خصوصی کرم فرما کر خصوصی توجہ فرمائے۔ خالق ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے کوئی ایک نوع مخصوص نہیں وہ جو ستر ماؤں والی محبت ہے اس میں تو کفار بھی شامل ہیں جیسا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کے بعد اللہ سے دعا کی کہ یا رب اس شہر (مکہ شریف) کو امن والا بنا دے اور اس کے مومن مسلمان باسیوں کو طرح طرح کے پھلوں سے رزق عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔ " قال کفر فامتعہ قلیلا جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اس کو بھی دوں گا یعنی یہ عمومی فضل اور محبت بلا تخصیص سب مخلوق کے ساتھ ہے اس کے بعد عامتہ المسلمین اور مومنین کے ساتھ خاص محبت اور پیار ہے اس کے بعد خاص الخاص مخلصین کے ساتھ خصوصی محبت ہے جو کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے کیونکہ اولالعزم احباب کے سوا اس خصوصی توجہ یا محبت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

حکائت

اللہ تعالیٰ کی خصوصی محبت کے متعلق امام غزالیؒ نے اپنی کتاب مکاشفتہ القلوب میں ایک حکایت بیان کی ہے فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نوجوان کے پاس سے گزرے اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ مجھے اپنی محبت کا ذرہ بھر عطا فرما دے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے اندر ذرہ کی طاقت نہیں۔ تو اس نے کہا اچھا نصف ذرہ ہی عطا فرما دے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ یا رب تعالیٰ اس نوجوان کو اپنی محبت کا نصف ذرہ عطا فرما دے اور چلے گئے کچھ مدت کے بعد پھر تشریف لائے تو لوگوں سے نوجوان کے متعلق پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہے اور پہاڑوں میں چلا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس نوجوان کو دکھا دے۔ دیکھا تو پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر کھڑا ہے اور آسمانوں کی طرف رخ کئے ہوئے ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا اس نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا کہ جس کے دل میں میری محبت کا نصف ذرہ بھی ہو وہ انسانوں کا کلام کیسے سن سکتا ہے؟ میری عزت و جلال کی قسم اگر تو اس کو آرے سے بھی چیر دے تو بھی اس کو خبر نہ ہوگی۔

اب یہ بات طے ہے کہ جب تک خود اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی توجہ اور محبت سے بندے کے دل میں اپنے لئے محبت پیدا نہیں فرما دیتا اس وقت تک بندہ کو اللہ تعالیٰ سے حقیقی قلبی محبت نہیں ہو سکتی۔ اقرار باللسان تک ہی محدود رہتی ہے تصدیق بالقلب تک بات نہیں پہنچتی۔ اس مقصود و مطلوب کے لئے دو طریقے بیان ہوئے پہلا طریقہ فضل یعنی یجتبی الیہ من یشا والا اور دوسرا یھدی من ینیب والا۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ایسی ہستی سے محبت کی جائے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ یہ بات امت مسلمہ کے لئے بدیہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کائنات میں سب سے بڑھ کر محمد رسول اللہ ﷺ محبوب ہیں اس لئے اللہ کی محبت کے حصول کی خاطر نبی کریم ﷺ سے قلبی و جبی لگاؤ زیادہ سے زیادہ بڑھانا چاہیے ایمان کا تقاضا بھی یہی ہے ایک حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے ماں باپ اولاد اور اپنی جان سے زیادہ عزیز حضور ﷺ ختمی مرتب کو نہ جانے۔ حضور ﷺ سے والہانہ محبت پیدا کرنے کے لئے آپ کے ایسے احسانات کو یاد کرنا چاہئے جو آپ کے فرائض نبوی میں شامل نہ تھے۔

مثلاً" آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان ورثہ چھوڑ کر فوت ہو جائے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے اگر قرضہ چھوڑ کر فوت ہو جائے تو وہ مجھے بتاؤ وہ میرے ذمے ہے کہ اس کی طرف سے ادا کروں۔ کیا آپ کا صرف یہی ایک فرمان ہی روح کو تڑپا نہیں دیتا اور قلب و جگر میں حب نبی ﷺ کا بحر طلاطم موجزن نہیں ہو جاتا۔ سارا قرآن مجید اور کتب حدیث و فقہ چھان ماریں کہیں بھی یہ بیان نہیں ہوا کہ امت کے افراد کے قرض کی ادائیگی آپ ﷺ کے ذمہ ہے یہ محض امت سے محبت ہی کا سبب تھا۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبات میں حضرت عبدالقدوس گنگوھیؒ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "محمد عربی ﷺ فلک الافلاک کی بلندیوں پر پہنچ کر واپس تشریف لے آئے اگر میں اس مقام پر پہنچ جاتا تو کبھی واپس نہ آتا" مگر دیکھیں کہ جس مقام پر جا کر ایک صوفی کا واپس آنے کو جی نہیں چاہتا کیونکہ محبوب کی بے پردہ دید کی محویت میں کسی اور شے کا کسے ہوش رہتا ہے۔ زنان مصر جلوہ حسن یوسف کی تاب نہ لا سکیں اور ہوش حواس گنوا بیٹھیں محویت کا یہ عالم کہ اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور خبر تک نہ ہوئی چہ جائیکہ نظارہ حسن کل میں محویت۔ مگر نبی پاک ﷺ کی امت مسلمہ کے ساتھ محبت کا عالم دیکھئے کہ یہاں تک کہ امت کو نہیں بھولے۔ جب اللہ تعالیٰ نے التحیات لله والصلوت والطیبت کے جواب میں فرمایا السلام علیک ایھا النبی ورحمته الله وبرکاته تو حضور ﷺ کی سرشاری کا اندازہ ہو سکتا ہے۔؟

بر مقام خود رسیدن زندگی است
ذات را بے پردہ دیدن زندگی است

فوراً" امت کے صالحین کو بھی اس سلامتی، رحمت اور برکت میں شامل کر لیا فرمایا السلام علینا وعلی عباد الله الصلحین امت کے لئے نبی پاک ﷺ کے اسی جذبہ ترحم اور محبت کو قرآن پاک نے یوں بیان کیا ہے۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم

"بے شک تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جن پر تمہارا (مسلمانوں کا) مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے لئے نہایت حریص اور مومنوں پر مشفق و مہربان ہیں"

لہٰذا اس قسم کی اور بھی بے شمار مثالیں اور واقعات ہیں جنہیں یاد کر کے مومن کا دل حب رسول ﷺ سے لبریز ہو جاتا ہے۔ حصول عشق رسول کا ایک اور ذریعہ بھی ہے وہ ہے آپ کی آل کا ادب و محبت جس کا قرآن پاک میں بھی ذکر ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بہت سے سیدوں کا کردار اچھا نہیں تو ان سے کیسے محبت کی جائے تو عرض ہے کہ ادب سے انہیں راہ راست کی تلقین کرنی چاہئے اور نبی پاک ﷺ سے نسبت کی وجہ سے ان سے محبت کرنی چاہئے۔ ہمارے سلسلہ کی تعلیم سے محبت کرنے والے راولپنڈی کے سید طالب حسین شاہ صاحب نے اس سلسلے میں ایک بڑی پیاری بات کہی فرمایا کہ ہم مسلمان قرآن پاک کا اللہ تعالیٰ کی کلام ہونے کے ناطے بہت ادب و احترام کرتے ہیں اور اگر قرآن پاک کے کسی نسخے کا پرنٹ غلط نکل آئے اور متن میں جابجا اغلاط ہوں تو ہم اس کو ٹھوکر تو نہیں ماریں گے (نعوذ باللہ) اسی طرح کسی سید (ال رسول) کے غلط اعمال کی وجہ سے نفرت نہیں کرنی چاہئے رشتہ نبی ﷺ کی وجہ سے اس کا ادب و احترام اور اس سے مودت و محبت کا رشتہ منقطع نہیں کرنا چاہئے۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمت سے رزق دیتا ہے اور اللہ کی محبت کے لئے مجھ سے محبت رکھو اور میری محبت کی خاطر میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

لہٰذا اہل بیت آل اطہار نبی پاک ﷺ سے محبت خود نبی پاک ﷺ سے محبت ہے اور آپ کی محبت کا ذریعہ ہے اسی طرح آپ ﷺ سے محبت اللہ سے محبت ہے اس طرح اللہ پاک محب رسول کے دل میں اپنی محبت ڈال دیتا ہے جس سے انسان بے خود ہو جاتا ہے اور تمام احتیاجات سے غنی ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی حرص زیادہ سے زیادہ ہوتی جاتی ہے سالک کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اسی میں غرق رہے اور اس کیفیت سے واپس نہیں لوٹنا چاہتا اسی مقام پر علامہؒ نے فرمایا تھا۔

گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر
ہوش و خرد شکار کر قلب و نظر شکار کر

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے حضور سے محبت کی جائے اور حضور کی محبت حاصل کرنے کے لئے حضور کی امت کی خدمت کی تڑپ اور اہل بیت اطہار سے محبت لازمی ہے اصل میں یہ سب محبتیں اللہ ہی سے محبت کے مترادف ہیں جیسے مرزا غالب نے ایک شعر میں اسے واضح کیا ہے۔

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغول حق ہوں بندگی بو تراب میں

اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی محبت بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ بندہ پہلے جو محب تھا پھر محبوب بن جاتا۔ یحبھم ویحبونہ کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کا محبوب اور بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن

جاتا ہے اسی کیفیت کی آرزو میں امیر خسروؒ نے کہا تھا۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوئد بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

محبت کا مضمون ختم کرنے سے پہلے پیر مہر علی شاہ صاحب، جناب غلام معین الدین صاحب معروف بہ بڑے لالہ جیؒ کے محبت کے متعلق چند اشعار تبرکاً پیش ہیں۔

تخلیق کائنات کا منشا نظر آتی ہے محبت
اک پل میں خدا سے ملاتی ہے محبت
اللہ کا دیدار کراتی ہے محبت
شاہ کونین کا دربار دکھاتی ہے محبت
ہر شکل میں دلکش نظر آتی ہے محبت
سوئے ہوئے ہر دل کو جگاتی ہے محبت
انسان کو انسان بناتی ہے محبت
فرش پہ عرش کی سیر کراتی ہے محبت

اب چند رزالتوں کا ذکر کر کے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

جہل! انسان کے سارے فضائل صفت علمیت قوت تمیز یا حکمت کی مرہون منت ہیں جہل یا جہالت علمیت کی ضد ہے لہٰذا جہل تمام رزالتوں کی جڑ ہے اس لئے اس باب میں سب سے پہلے اسی پر بحث کی جاتی ہے۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جاہل عابد اور بے عمل عالم نے میری کمر توڑ دی ہے۔

جہل کی اقسام

حکمانے جہل کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ ایک جہل بسیط اور دوسری جہل مرکب

جہل بسیط! یہ فقدان علم کے ساتھ ساتھ اپنی بے علمی کا اعتراف ہے یہ مرض قابل علاج ہے

وہ شخص جو نہ جانے مگر جانے کہ وہ نہ جانے
خوابیدہ ہے آؤ چلیں اس کو جگانے

یہ مرض بوجہ سستی یا نامساعد حالات کے باعث لاحق ہوتا ہے ایسے مریض کی اگر سستی و کاہلی دور کر کے، کمر ہمت بندھوانے میں اعانت کی جائے تو شفا کی کافی امید ہے۔ اس قسم کے مریض کو علم کی فضیلت سمجھانی چاہئے کہ علم یا قوت تمیز ہی کی وجہ سے انسان مسجود ملائک ہوا اور مستحق تاج اشرف المخلوقات ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حضور ﷺ کو علم کی زیادتی کے لئے دعا کرنے کی تعلیم فرمائی " قل رب زدنی علما " حضور نبی پاک ﷺ سے کسی صحابیؓ نے پوچھا کہ کونسا عمل بہتر ہے آپ ﷺ نے فرمایا علم

دوسری دفعہ پوچھنے پر بھی یہی فرمایا تیسری مرتبہ صحابیؓ نے عرض کی کہ "میرا سوال عمل کے متعلق ہے نہ کہ علم کے متعلق" تو آپ ﷺ نے فرمایا علم کے ساتھ تھوڑا عمل جہالت کے ساتھ زیادہ عمل سے بہتر ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو علماء فضلا کی مجلسوں میں بیٹھنا چاہئے جو انسانی کمالات کے شاہسواروں کی جولا نگاہ ہے۔ اس طرح علم کی مباحث میں باریک علمی نکات سے دلچسپی پیدا ہو گی اور حصول علم کا شوق پیدا ہو گا اور اس میں سعی کرنے کی ترغیب ہو گی۔

جہل مرکب

ایسی چیز کا اعتقاد ہے جو واقع میں موجود نہ ہو۔ ایسا شخص اپنے متعلق یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے حالانکہ وہ جاہل مطلق ہوتا ہے یہ مرض حکیم نے لاعلاج قرار دیا ہے۔ کیونکہ جو جاہل شخص اپنی نسبت عالم ہونے کا یقین رکھتا ہو تو اسے تعلیم دینا محال ہے۔

جو شخص نہ جانے اور نہ ہی جانے کہ نہ جانے
اس کا خدا ہی حافظ سمجھو کہ نہیں دی اسے عقل خدا نے

حکائت

ایک فوجی چھٹی پر اپنے گھر آیا اس کا دوست بھی ساتھ تھا۔ اس نے والدہ صاحبہ سے عرض کی کہ سویاں پکائیں۔ پاس ہی اس کی بیوی بیٹھی تھی۔ بولی "ہوں" یہ کیا پکائے گی میں پکاتی ہوں۔ دیگچی لے کر چولہے کے پاس بیٹھ گئی اور دیر تک بیٹھی رہی کیونکہ نہ جانتی تھی کہ سویاں کیسے پکائی ہیں۔ ساس کو اس کی جہل مرکب کا علم تھا اس نے بتایا کہ دو کلو پانی ڈال کر دیگچی چولہے پر رکھ دو۔ دیگچی چولہے پر رکھ کر آگ جلا دی۔ پانی ابلنے لگا مگر بہو بیٹھی دیکھتی رہی۔ ساس پھر گویا ہوئی کہ اس میں آدھا کلو سویاں ڈال دو۔ بہو نے کہا "ہوں" میں پہلے ہی جانتی ہوں اور سویاں دیگچی میں ڈال دیں۔ سویاں پک گئیں مگر وہ پاس بیٹھی دیکھتی رہی۔ ساس نے پھر کہا کہ اب ان میں سے فالتو پانی نچوڑ کر سویوں کو دو پلیٹوں میں ڈال کر اوپر شکر اور گھی ڈال دو۔ بہو نے پھر گردن کو جھٹکا دیا اور "ہوں" کے بعد وہی جملہ دوہرایا کہ میں پہلے ہی جانتی ہوں اور ساس کی ہدایت کے مطابق سویوں کی پلیٹیں تیار کر کے مہمانوں کو کھانے کے لئے بلانے لگی تو ساس جو بہو کی جہالت اور ڈھٹائی سے جلی بیٹھی تھی نے آخری نصیحت کی کہ بیٹا تم جانتی تو سب کچھ ہو مگر ایک بات میری بھی مان لو اور سویوں کے اوپر ایک ایک مٹھی ریت بھی ڈال دو اس سے مزہ دوبالا ہو جائے گا۔ بہو نے پھر نتھنے پھلا کر رعونت سے کہا چپ بیٹھی رہو میں پہلے ہی سب کچھ جانتی ہوں اور سویوں کی پلیٹوں پر ایک ایک مٹھی ریت ڈال کر اپنے میاں اور مہمان کے آگے رکھ دیں۔ میاں نے جونہی پہلا لقمہ منہ میں ڈالا تو غصہ سے لال پیلا ہو گیا اور ایک ٹوٹے ہوئے سوکھے چھتر سے بیگم کی جھاڑ پھونک شروع کر دی کیونکہ جاہل احمق بگڑے ہوؤں کا علاج ڈنڈے اور چھتر سے بہتر اور کوئی نہیں کیونکہ ایسے لوگ محبت کی زبان نہیں

سمجھتے تو مجبوراً" اس قسم کا اپریشن کرنا ہی پڑتا ہے کیونکہ اصلاح کے لئے تبشیر و تنذیر ہی کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے جیسا کہ بابا وارث شاہ نے فرمایا ہے (معمولی لفظی تصرف شاہ صاحب سے معذرت کے ساتھ)

پیسہ پیر ہے حرص ہواسیاں دا تے شیطان پیر ہے سب چوھدراسیاں دا

سوٹا پیر ہے وگڑیاں تگڑیاں دا تے چھتر پیر ہے رناں چوڑتا سیاں دا

تو جب اس کی مرمت ہو چکی تو ساس بھاگتے بھاگتے آئی اور کہا کہ بچہ یہ چھتر سے بھی نہیں سمجھے گی کیونکہ یہ پہلے ہی سب کچھ جانتی ہے۔ لہٰذا جو کوئی اس زعم میں ہو کہ وہ پہلے ہی سب کچھ جانتا ہے کبھی کچھ نہیں جان سکتا۔

غصہ اور اس کا علاج

انسان کو حیوان سے ممیز کرنے والی فضیلت عقل ہے اور غصہ عقل کو کھا جاتا ہے اس لئے جہل کے بعد اس کا ذکر ضروری ہے۔

جیسا کہ مرشدی حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی معرکتہ الارا تصنیف "تعمیر ملت" میں تحریر فرمایا ہے۔ "غصہ ایک طبعی اور شریف جذبہ ہے اگر یہ نہ ہو تو انسان بے غیرت ہو جاتا ہے" شجاعت جو کہ ایک نہایت ہی عمدہ اور قابل صد تعریف انسانی فضائل میں سے ہے غصہ یا غضب ہی کی مہذب اور معتدل شکل ہے مگر جب یہ خصلت افراط کی طرف مائل ہو تو غضب کی صورت اختیار کر کے فضیلت کی بجائے رذالت بن جاتی ہے۔ غصہ کا مبدا خواہش انتقام ہے۔ یہ ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے جو روح (جان) کی حرکت کا سبب بنتی ہے جب یہ کیفیت زیادہ غالب آ جاتی ہے تو دل دماغ اور اعصاب جو جان کے جاری ہونے کے مقامات ہیں گہرے دھوئیں سے بھر جاتے ہیں جس کی سیاہی میں عقل کا نور چھپ جاتا ہے۔ اس طرح عقل معطل ہو جاتی ہے۔ اسی لئے شراب کی طرح غصہ بھی حرام ہے کیونکہ شراب اور غصے کے حرام ہونے کی ایک ہی علت ہے وہ ہے عقل کا ماؤف ہونا۔ حرام ہونے کی وجہ سے شراب پینا تو گناہ ہے جب کہ غصہ پینا کارِ ثواب ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو مد مقابل کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کو پی جائے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین

"اور اللہ غصہ پینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے اور نیکوں (احسان کرنے والوں) سے محبت کرتا ہے"

بعض دفعہ غضبی شعلوں سے جان کا جوہر جل جاتا ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے۔ غضب کی زیادتی سے انسانی وجود کی اخلاط بھی جل جاتی ہیں اور آدمی مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ روائت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ سے کوئی نصیحت سننے کی خواہش ظاہر کی تو حضور پاک ﷺ نے

تین دفعہ فرمایا کہ غصہ نہ کریں۔ غصہ کی حالت میں چونکہ عقل جاتی رہتی ہے اس لئے حاکم کو چاہئے کہ غصہ کی حالت میں کوئی فیصلہ نہ کرے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس ایک مجرم لایا گیا۔ اس نے خلاف ادب باتیں کیں تو آپ نے اسے اس وقت سزا نہ دی مبادا کہ اپنی برافروختگی کی وجہ سے سزا دینے میں حد سے تجاوز نہ ہو جائے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے متعلق روائت ہے کہ انہوں نے ایک شرابی کو اس لئے سزا نہ دی کہ اس نے گالیاں دے کر حضرت عمرؓ کو غضبناک کر دیا تھا۔

غصہ کا علاج

جب کوئی انسان غصہ کی وجہ سے حیوان بلکہ درندہ ہو جائے تو اس وقت کوئی نصیحت کی بات کارگر نہیں ہوتی الٹا شعلوں کی زیادتی کا باعث بنتی ہے۔ اس صورت میں تبدیلِ وضع مفید ثابت ہوتی ہے مثلاً کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں۔ بیٹھے ہوں تو لیٹ جائیں یا جائے واردات سے ہٹ جائیں۔ ٹھنڈا پانی پینا' وضو کرنا یا سو جانا بھی مفید ہے۔ غصہ پر قابو پانے کے لئے قوت برداشت کو بڑھانے کی پریکٹس کرنی چاہئے۔ اپنے سے کمزور آدمی کو غضب ناک کر کے اس کی تلخ باتوں حتی کہ گالیوں کو بھی برداشت کرنے کی کوشش کرنی چاہئے امید ہے ایسی مشق سے غصہ کو نفی کرنے میں کافی مدد ملے گی۔ قبلہ انصاریؒ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دہلی میں ایک پان فروش تھا اس کے پانوں کا بہت چرچا تھا دور دور تک لوگ پان کھانے آتے تھے میں بھی اس سے پان لیتا منہ میں ڈال کر تھوک دیتا اور پان فروش سے کہتا کہ کیا خاک پان بنایا ہے؟ منہ میں رکھنے سے متلی ہوتی ہے۔ یہ سن کر وہ آگ بگولا ہو جاتا اور مجھے گالیاں بکتا میں دور کھڑا ہنستا رہتا۔ اس طرح قوت برداشت کو بڑھانے اور غصہ کو گھٹانے کی مشق کرتا۔

غصہ پر قابو پانے کا سب سے موثر اور آزمودہ نسخہ وہ ہے جو باباجی انصاریؒ نے تعمیر ملت میں تحریر فرمایا ہے کہ جب غصہ آئے تو فوراً یاد کرے کہ اس نے مرشد کے ہاتھ پر بیعت کر کے اللہ سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ غصہ کو نفی کر دے گا۔ یہ بات یاد کرتے ہی انشاء اللہ غصہ کافور ہو جائے گا۔ درود شریف اور لاحول کثرت سے پڑھنا بھی بہت فائدہ مند ہے۔

یاد رہے غصہ کی نفی ذاتی انتقام کے جذبہ کے مقابل ہے نہ کہ اللہ اور رسول کے مقابل۔ اسوہ رسول ﷺ پر نظر دوڑائیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کو ذاتی انتقام کے لئے کبھی غصہ نہ آیا گالیاں کھائیں' پتھر کھائے' دانت مبارک شہید ہوئے مگر آپ نے کبھی بھی کسی کو بددعا نہیں دی بلکہ دل میں بھی برا نہ جانا مگر جب اللہ اور اس کے دین کے خلاف کوئی کام دیکھتے تو غصے سے آپ کے چہرے کی رنگت تبدیل ہو جاتی۔ ایک دفعہ ایک اونچے طبقے کی فاطمہ نامی عورت کے خلاف چوری کا مقدمہ پیش ہوا تو لوگوں نے سفارش کی کہ اسے سزا نہ دی جائے تاکہ اونچے گھرانے کی رسوائی نہ ہو یہ سن کر غصے سے حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کی رنگت سرخ ہو گئی اور فرمایا کہ تم سے پہلے کی امتیں اسی لئے ہلاک کی گئیں کہ وہ لوگ

انصاف نہیں کرتے تھے اونچے طبقے کے لوگوں کے جرم سے چشم پوشی کرتے تھے اور ادنی طبقے کے لوگوں کو سزا دیتے تھے مزید فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے اس منافق کا سر قلم کر دیا تھا جس نے حضور ﷺ کے فیصلے کے خلاف حضرت عمرؓ کے آگے اپیل کی تھی اور فرمایا کہ جسے حضور ﷺ کا فیصلہ منظور نہیں اس کا فیصلہ عمر کی تلوار کرے گی دوسری طرف جب ایک شرابی نے گالیاں دے کر آپ کو غضبناک کر دیا تو آپ نے اس کی سزا موتوف کر دی کیونکہ آپؓ کے نفس میں انتقامی جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔

پیر کرم شاہ صاحب بھیرویؒ نے ضیاء القرآن میں علامہ اسماعیل حقیؒ "روح البیان" کے حوالہ سے سورۃ عبس کے تحت ناموس رسالت کی خاطر حضرت عمرؓ کے غضبناک ہونے کا ایک ایمان افروز واقعہ تحریر کیا ہے جس کا یہاں بیان قارئین کے لئے باعث ترقی ایمان ہو گا۔ جن حضرات کو یہ واقعہ پہلے سے معلوم ہے ان کا ایمان تازہ ہو گا جنہیں نہیں معلوم ان کے علم و عرفان و ایمان میں اضافہ ہو گا (انشاء اللہ) واقعہ یوں ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کو پتہ چلا کہ ایک امام مسجد ہمیشہ نماز میں سورۃ عبس کی قرات کرتا ہے تو آپ نے ایک آدمی بھیجا جس نے اس کا سر قلم کر دیا۔ چونکہ وہ حضور ﷺ کے مرتبہ عالی کی تنقیص کے ارادے سے اس کی قرات کرتا تھا تاکہ مقتدیوں کے دل میں بھی حضور کی عظمت کم ہو جائے اس لئے لگاہے فاروقؓ میں وہ مرتد تھا اور مرتد واجب القتل ہوتا ہے (ضیاء القرآن بحوالہ روح البیان)

خلاصہ کلام یہ کہ مومن کی شان ہے کہ اپنی ذات کے لئے غصہ و غضب کی نفی کر دے مگر جب معاملہ اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دینکا ہو تو تیغ براں اور برق ھندہ بن جائے آپس میں نرم خو۔ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن کے مقابل سیسہ پلائی دیوار اشدا علی الکفار رحماء بینھم

ہو حلقہ یاراں تو ابریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

مضمون توقع سے زیادہ لمبا ہو گیا ہے مگر پھر بھی بہت سے پہلو تشنہ رہ گئے ہیں کیونکہ مضمون میں تمام اخلاقی پہلوؤں کا احاطہ محال ہے لہٰذا مزید طوالت کے خوف سے آخر میں نبی پاک ﷺ کی اخلاقی ہدایات پر مبنی ایک حدیث بیان کر کے مولانا غلام رسول عالپوریؒ کے چند پنجابی دعائیہ اشعار کے ساتھ مضمون ختم کرتے ہیں۔

اخلاقی ہدایات

حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو' عہد و پیمان کو پورا کرو۔ امانت ادا کرو' خیانت چھوڑ دو' پڑسیوں کے حقوق کی حفاظت کرو'

یتیم پر رحم کرو، نرم گفتگو کرو، سلام کو پھیلاؤ، اچھے کام کرو، امیدیں کم رکھو، حساب سے ڈرو، تواضع اختیار کرو، کسی شریف اور بردبار آدمی کو گالی دینے اور سچے انسان کو جھٹلانے سے پرہیز کرو، کسی گنہگار سے کوئی توقع نہ رکھو، انصاف پسند حاکم کی نافرمانی نہ کرو، زمین پر فتنہ فساد نہ پھیلاؤ، میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر پتھر، درخت یا مٹی پر سے گزرتے ہوئے اللہ سے ڈرو ہر گناہ پر توبہ کرو اگر گناہ پوشیدہ ہو تو پوشیدہ اور اگر اعلانیہ ہو تو اعلانیہ توبہ کرو۔

دعا

پاک منزہ خالق عالم باجھ مثال نظیروں
تیرا شکر نہ قدر بندے دا عقلاں دی تدبیروں
حادث کیا قدیموں جانے جے لکھ اڈے ہوائیں
وچے ڈب مرندیاں عقلاں حیرت دے دریائیں
عجز کمال تیری حمدوں ہر ذرہ اقراری
دم دم لکھ لکھ لوں لوں حمدوں تھیسے نہ شکر گذاری
صفت تیری کی قدر بندے دا توں صفتاں دا والی
آخر چارہ عجز بندے نوں تیریاں صفتاں عالی
ساڈی کار حوالے تیرے ستار غفارا
عدل کریں تے پکڑے جائیے فضل کریں چھٹکارا
توبہ دی توفیق اسانوں دیوں پاک الاہا
در اپنے دا رکھ سوالی ہر دم شہنشاہا
قدم نبی دے پچھے سانوں یا رب راہ چلائیں
اندر قوم نبیاں توں سرور کیتا جس تائیں
یا رب نال طفیل ہدایت بخش اساں برائیاں
عفو کرم دیاں وچ دریاواں ساڈیاں روہڑ کمایاں
نور ہدایت کریں عنائت خوف رجا وچ رکھیں
عشقوں کریں منور سینہ روشن دل دیاں اکھیں
فضل کریں تے بخشیں سانوں توں ہیں بخشنہارا
ماں پیو تے استاذاں بھائیاں بخش امن چھٹکارا
فضل تیرے دی یا رب سانوں آس دلاں وچ بھاری
دہ کلمہ توحید نزع وچ سانوں جاندی واری

(تمام شد)

پیغام محبت و اتحاد

(پروفیسر باغ حسین کمال)

سوال کیا جاتا ہے کہ تمہارا کس فرقے سے تعلق ہے؟ میرا جواب ہے کہ میں سیدھا سادا مسلمان ہوں۔ دل آزاری کی بجائے خوءدل نواز سے کام لے۔ دنیا بھر کی لادینی طاقتیں یک جا ہو کر اسلام پر یلغار کر چکی ہیں اور تو فروعی مسائل پر بھائی کے خلاف کفر و شرک و بدعت کے فتوے داغ رہا ہے۔ کیچڑا اچھال رہا ہے۔ تو اختلاف کو مٹا کر اتحاد کی رسی کو کیوں نہیں تھامتا۔ رواداری اور تحمل کیوں نہیں روا رکھتا۔ عداوت کی بجائے محبت سے کام لے۔ ہر کلمہ گو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی محبت کا داعی ہے۔ اس کی محبت کے اظہار کا اسلوب اگر مختلف ہے تو اسے معیوب نہ گردان۔ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ اس کی نیت پر شک نہ کر۔ اسلام کے سات بنیادی عقائد کا تو ہر کوئی قائل ہے۔ اس سے آگے بقول تمہارے کسی کے عقیدہ و عمل میں کوئی خامی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اللہ رحمن ہے، رحیم ہے، غفار ہے، کریم ہے۔ حضور ﷺ رؤف ہیں، شفیق ہیں تو بھی شفقت کو شعار بنا لے۔ کاش! تیری یہ قوت فسق و فجور اور لادینی طاقتوں کے خلاف صرف ہوتی۔ تو فتوؤں سے بڑی بزعم خویش ثواب کما رہا ہے۔ خوش ہو رہا ہے لیکن۔

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا (سورۃ آل عمران 103,3)

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ میں نہ پڑو"

۔۔۔۔۔ کے آفاقی حکم الٰہی کو نظرانداز کر کے ملت کو کھوکھلا بھی تو کر رہا ہے۔ کشادہ ظرف بن، تنگ نظر نہ بن۔

نئی پود پریشان ہے کہ کونسی مسجد میں نماز ادا کرے، حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح کے بلاوے پر جو کوئی اللہ کے گھر کا رخ کرتا ہے اسے مت روک، اسے جانے دے کہ ساری ہی مساجد اللہ کا گھر ہیں نماز پڑھانے والا کوئی اللہ ہی کا بندہ ہو گا۔ حضور ﷺ کا ہی امتی ہو گا۔۔۔۔ اگر اس کے عمل کا کوئی انداز تمہیں نہیں بھاتا بے شک تو عمل نہ کر مگر اسے برا مت سمجھ۔ اللہ کی طرف پیار سے بلا، ڈانگ نہ الار۔ ذرا دیکھ تو سہی۔ ہماری اس باہمی مناقشت اور انتشار و خلفشار پر ابلیس کتنا شاداں و فرحاں ہے۔ رجال الغیب کتنے پریشان ہیں۔۔۔۔ اور حضور ﷺ کتنے ناراض ہیں۔ ابلیس اپنے لشکر کو از سر نو منظم کر رہا ہے۔۔۔۔ اپنے چیلوں کو اکسا رہا ہے۔ آ! میرے پاس آ کہ میں تیرے قلب کی آنکھ کا اپریشن کر کے موتیے کو اتار پھینکوں۔ پھر تو خود دیکھ لے کہ تیری اس سنگباری سے کسی کا سر پھوٹ رہا ہے، تو کسی کا دل

ٹوٹ رہا ہے۔ مجھے روس کا خوف ہے نہ امریکہ کا ڈر۔ بھارت کی کیا مجال کہ آنکھ دکھا سکے۔ اسرائیل کی کیا جرات کہ رعب جما سکے۔ میں تو نالاں ہوں تیری روش سے' تیری عاقبت نہ اندیشی سے۔۔۔۔ سوچ تو سہی انجانے میں تو کس کی خوشی کا باعث بن رہا ہے۔

انما المومنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم (سورۃ الحجرات 49-10)

"بے شک مومن تو آپس میں بھائی ہیں۔ پس بھائیوں میں صلح کرا دو"

۔۔۔۔ کے حکم الٰہی پر کاربند ہو کر محبت و اخوت کے دیپ جلا کہ بڑا اندھیرا ہے۔ تو جو کچھ ظاہر میں دیکھتا ہے۔۔۔۔ پہلے وہ باطن میں رونما ہوتا ہے۔ پھر اللہ مسبب الاسباب کے حکم سے بتدریج ظاہری اسباب پیدا ہوتے ہیں اور حالات کروٹ بدلتے چلے جاتے ہیں۔۔۔۔ یہی تاریخ ہے۔۔۔ اپنے فروعی اختلافات مٹا۔۔۔۔ اتحاد کی رسی تھام۔۔۔۔ پھر دیکھ تو سہی کیا رنگ جمتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور ﷺ عالم جن و انس میں اتحاد اسلامی اور نفاذ اسلام اور غلبہ اسلام کے عظیم الشان منصوبے کی منظوری فرما چکے ہیں۔

رجال الغیب سرگرم عمل ہو چکے ہیں۔ ہر کام ہنگامی بنیادوں پر ہو رہا ہے۔ جنات سریع الحرکت مخلوق ہے۔ اس لئے تین سالوں پر محیط حق و باطل کے پے در پے شدید معرکوں کے بعد باطل مکمل طور پر مغلوب ہو چکا ہے۔ ریاست ہائے متحدہ اسلامیہ کی تنظیم تشکیل پا کر نفاذ اسلام ہو چکا ہے۔ انسان بھی اس سمت میں گامزن ہو چکا ہے مگر مقابلتاً" سست رو ہے۔ اس لئے اسے مذکورہ منزل پر پہنچنے کے لئے وقت لگے گا۔ آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ اسلام کی نشاۃ الثانیہ کے عظیم الشان دور کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس کے نتیجہ میں جو کچھ عالم ظاہر میں انشاء اللہ تعالیٰ رونما ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور ﷺ کے جوتوں کے صدقے فقیر کی چشم بصیرت نے دیکھ لیا ہے۔ آ! تو بھی چشم تصور ہی سے دیکھ لے۔

اس صدی کے اوائل میں سرخ عفریت دندناتا ہوا آیا اور وسط ایشیا کی اسلامی ریاستوں کو پامال کر کے رکھ دیا۔۔۔ اس کا حوصلہ بڑھا تو اب افغانستان پر بھی چڑھ دوڑا۔۔۔ خون کی ہولی کھیلنے لگا۔۔۔ مگر خود بھی لہو میں نہا گیا۔۔۔ اپنے کئے پر پچھتا رہا ہے' جان بچا رہا ہے' پلٹ رہا ہے اور سمٹ رہا ہے۔ افغانستان کو چھوڑا اور وسط ایشیا کو چھوڑنا پڑا۔ اللہ اکبر۔۔ اب ماسکو کی فضاؤں میں بھی اذانیں گونج رہی ہیں۔ سنکیانگ کے مسلمان بھی بیدار ہو گئے۔ انہوں نے بھی غیر کی بالادستی کا جوا اتار پھینکا۔ بھارت نے پاکستان کو توڑا۔۔۔ پاکستان تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پھر جڑ گیا۔۔۔ پھیل گیا۔۔۔ مگر بھارت ٹوٹ گیا۔۔۔ اب انشاء اللہ کبھی نہیں جڑے گا۔

امریکہ بھی ایشیاء و افریقہ سے اپنی بساط سیاست سمیٹنے پر مجبور کر دیا گیا۔ سرزمین امریکہ و یورپ پر بھی نور اسلام چھا گیا۔۔۔۔ برطانیہ و امریکہ نے اسرائیل کی شکل میں جو ناسور اسلامی دنیا کو دیا تھا۔ ایک کامیاب آپریشن کے ذریعے نکال کر واپس انہی کی جھولی میں پھینک دیا گیا ہے۔ بھارت، فلپائن اور اریٹریا کے مسلمان بھی سکھ کا سانس لینے لگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ریاست ہائے متحدہ اسلامیہ قائم ہو گی اور نفاذ اسلام ہو کر رہے گا اور اس کا سہرا پاکستان کے سر بندھے گا۔

ان اللہ علی کل شیئی قدیر (سورۃ البقرہ 2۔ 20)

"بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے"

میں دیکھ رہا ہوں بعالم ہوش و حواس دیکھ رہا ہوں ۔۔۔۔۔ انشاء اللہ تعالیٰ دنیا بھی دیکھ لے گی۔۔۔۔ لیکن کب ۔۔۔۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ۔۔۔ انتظار کر ۔۔۔۔ امت مسلمہ کا خیر خواہ بن ۔۔۔۔ بکھیر مت، اکٹھا کر، اللہ کے بندوں ۔۔۔۔۔ رجال الغیب کے ساتھ تیرا یہی تعاون ہے ۔۔۔۔ میں نے آج ایک منظر دیکھا ہے ۔۔۔۔ آ! تو بھی دیکھ ۔۔۔ آج جمعتہ المبارک ہے۔ میں کالج کی مسجد میں بیٹھا ہوں۔ کالج گراؤنڈ میں دو ٹیمیں کرکٹ کھیل رہی ہیں، اللہ کے گھر سے اذان کی روح افزاء جان نواز صدا بلند ہوتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ سفید کٹ میں ملبوس نوجوان یک لخت اپنی وکٹیں بلے گراؤنڈ میں چھوڑ چھاڑ کر مسجد کی طرف بھاگے آتے ہیں۔ بظاہر یہ کھلنڈرے، بے فکر نوجوان ہیں، مگر ان کے دلوں میں ایمان کا نور ان کے چہروں پر دمک رہا ہے۔ یہ میرے شیر بیٹے، میرے یہ شاہین بچے میری آرزو ہیں ۔۔۔ دین کی آبرو ہیں۔ انہیں اللہ کے گھر کی طرف بلا، مگر پیار سے، حکمت سے۔ اپنے سنگ فتویٰ سے مت ڈرا، مت بھگا۔ نماز کے بعد میں ایک نوجوان سے پوچھتا ہوں ۔۔۔ "بیٹے یہ جذبہ عبودیت، یہ ذوق عبادت تمہیں مبارک ہو، تمہیں نماز کی تائید ابو نے کی تھی کہ امی نے؟ اس کا چہرہ بجھ سا جاتا ہے۔" سر! وہ تو خود نماز نہیں پڑھتے مجھے کیا کہیں گے" اللہ اکبر!

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (سورۃ البقرہ 2۔ 213)

"اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے"

یہ کڑیل جوان۔ یہ البیلا بیٹا میرا مستقبل ہے۔ میرے وطن کا مستقبل ہے، میرے دین کا مستقبل ہے۔ یہ حضرت امام مہدی کے لشکر کا ہراول دستہ میں ہے۔ یہ میدان جہاد میں ہے۔ یہ حضور ﷺ کی فوج میں بھرتی ہو چکا ہے۔ یہ پاسبان حرم ہے ۔۔۔۔ سو شدت چھوڑ، نرمی اختیار کر۔ میرا مشن مسلمانان پاکستان تو کجا اسلامیان عالم کو ایک پرچم تلے جمع کرنا ہے ۔۔۔ جمع کر۔ منتشر نہ کر۔ اتحاد رحمت ہے، انتشار

زحمت ہے۔ میرے بھائی فقیر کی بات مان لے۔ اتحاد کی رسی تھام لے۔ مجھ ناچیز کو تلقین و ارشاد کا حکم دے کے حضور ﷺ نے خصوصی تاکید فرمائی تھی۔

"بیٹا! اپنے آپ کو فروعی اختلافات میں نہ الجھانا۔ اتحاد کی دعوت دیتے رہنا۔ مجھے امت کا ہر وہ شخص پسند ہے جو اتحاد کا داعی ہو۔ تم باطنی طور پر اپنی ڈیوٹی جانتے ہو۔ اب ظاہری طور پر ذکر کو پھیلاتے رہو"

دیکھ یہ زور قلم کا کوئی مظاہرہ نہیں۔ میں نہیں کوئی بول رہا ہے۔۔۔ میں نہیں کوئی لکھ رہا ہے۔۔۔ کون بول رہا ہے۔ کون لکھ رہا ہے۔ اس تجسس میں نہ پڑ۔ اس کو غور سے پڑھ۔ ایک کان سے سن کر دوسرے سے مت اڑا۔ اس کو نظرانداز نہ کر۔ یہ کسی کا سوز دروں ہے۔ تو بھی اس سے تب و تاب جاودانہ حاصل کر لے۔ سن ہر کوئی اتنا صاحب علم نہیں کہ قرآن و حدیث کے بحر ذخار کا تیراک ہو۔ اس باب میں ساری امت نے چار اشخاص پر اعتبار کیا۔ انہیں اپنا امام تسلیم کیا۔ وہ صاحب علم تھے' صاحب تقویٰ تھے' قابل اعتماد تھے۔ تو بھی ان پر اعتماد کر لے۔ وہ سب برگزیدہ ہیں۔ دربار رسالت میں ان کا ایک مقام ہے' وقار ہے' اعتبار ہے۔ تو اگر اپنے علم کو ان کے علم پر فوقیت دیتا ہے اور بذات خود قرآن و حدیث سے اکتساب فیض کا مدعی ہے تو بھی ان کو نشانہ طعن نہ بنا۔ تو اجتہاد کا خواہاں ہے اور میری دعا ہے کہ امت چار میں سے بھی کسی ایک نقطہ پر متفق ہو جائے۔۔۔ ملت کی شیرازہ بندی کر۔ پارہ پارہ نہ کر۔

اے میری ماں' میری بہن اور میری بیٹی! مجھے تجھ سے بھی کچھ عرض کرنا ہے۔ اللہ حق ہے' اس کا رسول ﷺ حق ہے' اس کا دین حق ہے' اس نے ہر کسی کا حق متعین فرما دیا۔ وہ تیرے حق کو کیسے نظر انداز کر سکتا تھا۔ اس نے تجھے تیرا جائز حق دیا۔۔۔ تجھے تاریخ انسانی میں وہ مقام' وہ وقار' وہ شرف بخشا جس کی تو مستحق تھی۔۔۔ اب تو اس حق سے تجاوز نہ کر۔ آزادی نسواں کے نام پر سڑک پر جلوس مت نکال۔ اپنے مطالبات پر غور کر۔ جو کوئی تجھے بطور حربہ استعمال کر رہا ہے اس کی بدنیتی اور خبث باطن تجھ پر ظاہر ہو جائیگا۔۔۔ تو چاند سے بیٹے اور ثریا سی بیٹی کی ماں ہے' نگران ہے۔ اس کی تربیت کر' انہیں اللہ کے سپاہی بنا' شیطانی طاقتوں کے مقابلہ کے لئے محاذ جنگ پر جانے کے لئے تیار کر۔ یہ دنیا فانی ہے۔ زندگی آنی ہے۔ دو روزہ عرصہ حیات میں تیری یہی سب سے بڑی نیکی ہے اور آخرت کے لئے یہی سب سے بڑی کمائی ہے کہ تو اپنی اولاد کو اللہ کا سپاہی بنا دے۔

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر

میرے جوان! تیری جوانی کی خیر' اٹھ میرا دست بازو بن جا' دنیا کما' خوب کما' اچھا پہن' اچھا کھا لیکن

حلال و حرام میں تمیز کر۔ صبح جاگنے سے رات سونے تک تیرا ہر کام عبادت ہے۔ صرف من مانی نہ کر۔ حضور ﷺ کی سنت کے سانچے میں ڈھل جا۔ پھر

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔

سن! فقیران بوریا نشین کی خانقاہوں میں جلنے والے چراغوں کی ضوہی سے ظلمت سیماب پا ہوتی رہی ہے۔ یہیں سے سکون لازوال کی دولت بٹتی رہی ہے۔ ان خانقاہوں سے اٹھنے والی اللہ اللہ کی صدا کی ضربوں سے شیطانی قلعے مسمار ہوتے رہے ہیں۔۔۔۔ آج یہ خانقاہی نظام بظاہر کتنا مضمحل ہو چکا ہو۔ اس کی روحانی طاقت کمزور ہو چکی ہو۔۔۔۔ مگر باطل کے مقابلہ کے لئے جس یقین محکم اور ایمان کامل کی قوت درکار ہے وہ آج بھی یہیں سے حاصل ہوگی۔۔ اللہ والے مر کر بھی نہیں مرتے۔ ان کے جسم دنیا سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر روح پہلے سے کہیں زیادہ توانا ہو کر سرگرم عمل ہو جاتی ہے۔ وہ مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ ان کی بھی کچھ ڈیوٹی ہوتی ہے۔ ان کی فیض رسانی کی قوت پہلے سے فزوں تر ہو جاتی ہے۔

میرے دور کے اے سجادہ نشین! اے عالم دین! اے میرے بھائی! تجھے درخواست ہے کہ تو اپنے آباؤ اجداد کی روایت اپنا لے۔ اپنی خانقاہوں' مدرسوں اور مسجدوں میں مجالس ذکر آراستہ کر لے۔ اسم ذات اللہ کے ذکر کی تانوں سے فضاؤں کو آباد کر لے انشاء اللہ تو دیکھے گا کہ شیطانی فوج میں کیسی بھگدڑ مچتی ہے۔ ابلیسی لشکر کیسے راہ فرار اختیار کرتا ہے۔۔۔ اللہ کا رنگ کیسے چڑھتا ہے۔ معاشرہ کیسے اصلاح پذیر ہوتا ہے اور نفاذ اسلام کی راہ میں روڑا اٹکانے والے کیسے منہ کی کھاتے ہیں۔ جو سرور' جو کیف' جو لذت' جو سواد' جو سکون' جو حسن اور جو خیر ذکر الٰہی میں ہے وہ نفسانی مشاغل میں کہاں۔۔۔۔ بس تو اپنے مریدین و شاگردان کو اس لذت سے آشنا کر دے۔ یہ نسخہ خود استعمال کر اور دوسروں کو کرا۔ چراغ سے چراغ جلاتا جا۔ چند روزہ حیات مستعار کو غنیمت جان۔ کیا خبر کب سانس کی ڈوری ٹوٹ جائے۔ چراغ حیات بجھ جائے۔ تیرے دل میں حب الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی جگنے والی جوت کی خیر۔ کسی سے بھی نفرت نہ کر۔ یہی محبت اللہ کے بندوں اور حضور ﷺ کے ہر امتی کے لئے وقف کر دے۔۔۔۔ نفرت کو مٹا' محبت کو بڑھا اور میرا ہم عناں۔۔۔ ہم زباں بن جا۔ (مرسلہ! ایم۔ اے حنیف)

احسان ناشناسی

(حافظ محمد یاسین)

ایک دفعہ خدا تعالیٰ نے عزرائیل (ملک الموت) سے پوچھا کیا تجھے کبھی جان قبض کرتے ہوئے کسی پر رحم بھی آیا ہے؟ عزرائیل نے عرض کیا۔ دل تو بارہا کڑھتا ہے مگر مالک کے حکم کے سامنے دم زدن نہیں۔ ہاں ایک دفعہ کی یاد ابھی تک ستا رہی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک جہاز سمندر میں سبک روی سے اس طرح جا رہا تھا جس طرح دریا میں مرغابی۔ تو نے فرمایا کہ جہاز کو بھنور میں پھنسا دو اور اس کے کیل کانٹے الگ کر دو۔ چنانچہ جہاز تباہ کر دیا گیا اور اہل جہاز غرق ہو گئے۔ صرف دو دم سلامت رہے۔ ایک ماں تھی اور اس کا ایک نوزائیدہ بچہ۔ دونوں ایک تختے پر پڑے بہے جا رہے تھے۔ آہ بچے کی چاند سی صورت نہ بھولے گی جو ماں کی چھاتی سے لپٹے بڑے ناز سے دودھ پی رہا تھا۔

ماں بھی جب بچے کو دیکھتی تھی تو اس کا دل باغ باغ ہو جاتا تھا وہ اس مصیبت کو بھول جاتی تھی جس میں وہ پڑی ہوئی تھی۔ آخر تختہ کنارے پر لگا۔ میں خوش ہوا کہ ماں بچے کی جان بچی۔ مگر مجھے حکم ہوا کہ بچے کی ماں کی روح قبض کر لوں میں نے حکم کی تعمیل میں بچے کی ماں کی جان تو نکالی مگر یتیم لاوارث بچے کی کس مپرسی کا صدمہ اب تک میرے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے۔ اب بھی جب کبھی خیال آ جاتا ہے تو زخم ہرا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حقیقت میں داستان تو ضرور پر الم ہے مگر تجھے یہ بھی معلوم ہے پھر وہ بچہ کس حالت میں رہا؟ عزرائیل نے عرض کیا۔ اللہ غیب کا علم جاننے والا ہے اس پر ظاہر و باطن سب کچھ عیاں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہم نے موج کو حکم دیا کہ اس کو اٹھا کر فلاں ساحل پر ڈال دے جہاں حسین مرغزار تھا اور خار و گل یکساں تر و تازہ نظر آتے تھے۔ آب شیریں کے بے شمار چشمے رات دن اچھلتے کودتے تھے۔ ہم نے چنبیلی کو حکم دیا کہ اس بچے کے نیچے پھولوں کی سیج بچھا دے۔ سورج

سے کہا کہ وہ چمکے مگر بچے کو گرمی سے ضرر نہ پہنچائے ہوا کو تاکید کی کہ وہ بہت ہلکی ہلکی چل کر اس کے جسم پر لگے بادل کو فرمان تھا کہ وہ اس کے گرد ذرا فاصلے پر برسے تاکہ بچے کو خشکی تو پہنچے مگر اس کے جسم کو نمی سے تکلیف نہ ہو۔

وہاں کے درخت پھلوں سے اس قدر لدے ہوئے تھے کہ شاخیں جھک جھک کر پھل خود بخود اس کے منہ میں ڈال دیتی تھیں۔ ایک شیرنی کے دل میں ہم نے رحم ڈال دیا۔ وہ دن میں کئی بار آتی اور اسے دودھ پلاتی۔ شیرنی کے خوف سے کوئی اور درندہ اسے گزند نہ پہنچا سکتا تھا۔

جب بچہ اس طرح پل رہا تھا تو ایک بادشاہ ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ادھر آنکلا بچے کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ اسے اٹھا کر بیگم کے پاس لے گیا۔ ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے اسے بیٹا بنا کر پالا وہ پل کر شیر جیسا جوان ہوا۔ آخر وہ تخت و تاج کا مالک بن گیا اور غرور و تکبر سے ہمارے بندوں کو لوٹنے مارنے لگا۔ وہ سرکشی میں یہاں تک بڑھا کہ خود خدا بن بیٹھا اور اپنے مجسمے بنوا کر سجدے کرانے لگا اس نے ایک بڑے میدان میں اپنی تمام رعایا کو جمع کیا اور حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں وہ سجدہ نہ کریں گے تو انہیں آگ میں جلا دیا جائے گا۔

عام آدمی تو رہے ایک طرف اس نے ہمارے پیارے خلیل (ابراہیم) کو بھی آگ میں جھونک دیا مگر ہم نے نار کو تختہ گلزار کر دیا۔

اے عزرائیل اب بتا کہ جس پر تجھے رحم آیا ہم نے اس کے ساتھ کونسا برا سلوک کیا کہ خاک کا فانی پتلا ہمارا شریک بن بیٹھا؟

عزرائیل بولے اے مخلوقات کے خالق اور مالک تو ہی بھیدوں کا جاننے والا ہے تجھ سے بڑھ کر بندوں پر کون مہربان ہو سکتا ہے، میں نے واقعی خطا کی کہ اس سرکش بچے کی حالت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے دل میں خیال ملال کیا۔

انسان اگر کوئی کمال حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ غرور اور تکبر ہرگز نہ کرے کیونکہ اس کی

کچھ ہستی نہیں۔ خدا ہی کو کبریائی زیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔ لیکن انسان احسان فراموش اور ناشکرا ہے۔

قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا محتاج ہونے کے باوجود اس کے احسانات سے اپنی آنکھیں بند کر کے کفر و طغیان کی راہ پر چل نکلتا ہے۔ دنیا میں اپنے خالق کا بندہ بن کر زندگی بسر کرنے کی بجائے ہوا و ہوس کا بندہ بن کر ظلم اور خون ریزی پر اتر آتا ہے۔ اگر بس چلے اور غلبہ و قوت حاصل ہو جائے تو خدائی کا دعویٰ کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔ انسان کا نفس برائی اور بغاوت کی رغبت ہی دلاتا ہے۔ فرعون' قارون' شداد' اور نمرود بھی انسان تھے۔ جب ان کے پاس انسانوں کو غلام بنا لینے کے ذرائع جمع ہو گئے تو وہ اپنے خالق کو بھول کر خود خدا بن بیٹھے۔ انسان کے حقیقی کردار کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب دولت' قوت اور اختیارات اس کے ہاتھ میں آ جائیں۔ اگر اس کا تزکیہ نفس ہو چکا ہو گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ بن کر رہے گا اور تمام ذرائع کو اللہ کی مخلوق کی اصلاح و فلاح میں صرف کرے گا۔ اگر اس کے نفس کی اصلاح نہ ہوئی ہو گی تو وہ ظالم و جابر حکمران کا روپ دھار لے گا۔ انسان کی حقیقی اصلاح کا انحصار تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب پر ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے۔

نفس ماہم کمتر از فرعون نیست
لیک اورا عون مارا عون نیست

یعنی میرا نفس بھی فرعون کے نفس سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اسے دنیوی قوت و شوکت کی مدد حاصل تھی لیکن میں ان سے محروم ہوں۔ اگر مجھے بھی وہی ذرائع اور حالات مل جائیں تو میں بھی وہی کروں جو فرعون نے کیا۔

انسان کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر غور کرنے اور احسان شناسی کا رویہ اپنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے احساس ہی سے ایمان کا نور پھوٹتا اور پھلتا پھولتا ہے۔ قرآنی

دعوت کا اسلوب بھی یہی ہے کہ انسان کو اس کی تخلیق اور اللہ کی نعمتوں پر غور و فکر کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنے رحمٰن و رحیم آقا کی شان ربوبیت کے سامنے سر بسجود ہو جائے۔ سورۃ الواقعہ کے ایک حصے کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

''ہم نے تم کو پیدا کیا ہے تو تم کیوں سچ نہیں سمجھتے۔ دیکھو تو جس نطفے کو تم عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو کیا تم اس سے انسان بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں؟ ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسے جہاں میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کر دیں تم نے پہلی پیدائش تو جان ہی لی ہے پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟ بھلا دیکھو تو جو کچھ تم بوتے ہو تو کیا تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ' کہ ہم تو مفت تاوان میں پھنس گئے بلکہ ہم ہیں ہی بد نصیب۔ بھلا دیکھو تو کہ جو پانی تم پیتے ہو کیا تم نے اس کو بادل سے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟ بھلا دیکھو تو جو آگ تم سلگاتے ہو کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں؟ ہم نے ہی اسے یاد دلانے اور مسافروں کے برتنے کو بنایا ہے۔ تو تم اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرو'' (56:57 تا 74)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق' زمین سے پیدا ہونے والی اس کی خوراک' بادلوں سے برسنے والے پانی اور زندگی کی گاڑی کو ترقی کی راہ پر ڈالنے والی آگ کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی ربوبیت کے دلائل ہیں۔ اسی طرح کی آیات سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر غور فکر اور تدبر کرنے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کر کے ایمان لے آئے اور خسارے سے بچ جائے۔

تفسیر کائنات

(آرتھر سٹو آرٹ ایو۔ ایف آر ایس۔ ڈی ایس سی)

ہر چند کہ مختلف شعبہ ہائے علوم (طبیعات۔ حیاتیات ریاضیات فلکیات وغیرہ) میں کائنات کے متعلق بے شمار انکشافات ہو چکے ہیں۔ لیکن چند فلاسفہ کے سوا کسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ ان انکشاف کو یکجا کر کے کائنات کی ایک بہتر تصویر پیش کرے۔ علمائے طبیعی، فلسفیوں کے نتائج فکر سے بے خبر ہیں اور محاسب عجائب نباتات سے ناآشنا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض علماء ایک سے زیادہ شعبہ ہائے علم میں مہارت رکھتے تھے اور انہوں نے اسرار ہستی کو کھولنے کے لئے بہت عمدہ کام کیا ہے۔ لیکن ہمیں ہنوز اس عالم کا انتظار ہے۔ جس کی نظر ہر شعبہ علم کے تمام حقائق و انکشافات پر ہو جو تمام علوم کو ایک وحدت سمجھے اور جو ذہنی و علمی لحاظ سے اس عظیم ذمہ داری کو سنبھالنے کے قابل ہو۔

عالم کبیر

ہمیں اس وسیع خلا میں کروڑوں ستارے، سدیم، چاند، گیس اور روشنی کے طوفان نظر آتے ہیں۔ یہ ستارے ایک دوسرے کو کھینچ رہے ہیں اور چند میل فی سیکنڈ سے لے کر کئی سو میل فی سیکنڈ کی رفتار سے خلا میں دوڑ رہے ہیں۔

اس خلا کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کروڑوں لہریں بیک وقت روشنی کی رفتار سے ہر سمت جا رہی ہیں اور ایک دوسرے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ ان کا طول جدا جدا ہوتا ہے۔ اسی خلا سے روشنی بھی گزرتی ہے۔ اگر ہم ایک سو واٹ کا ایک بلب دس گھنٹے کے لئے جلائیں تو بجلی کا ایک یونٹ خرچ ہو گا۔ اور اس کے کم از کم تیس پیسے ادا کرنا ہوں گے۔ بجلی کا کچھ وزن بھی ہوتا ہے۔ حساب لگایا گیا ہے کہ ایک پونڈ بجلی خریدنے کے لئے ہمیں 19 کروڑ ڈالر خرچ کرنا پڑیں گے۔ سورج ہر روز ایک سو ساٹھ ٹن روشنی زمین کو دیتا ہے اس کی قیمت 15 کروڑ ملین ڈالر بنتی ہے۔ سورج یہ کام پچھلے دس ارب سال سے کر رہا ہے اور نہ جانے کتنے ارب سال اور کرتا رہے گا۔ کوئی ہے جو روشنی کی قیمت کا اندازہ لگا سکے؟ اگر کسی دن آسمان والے اہل زمین کے سامنے روشنی کا بل پیش کر دیں اور ساتھ ہی دھمکی دے دیں کہ اگر فلاں فلاں تاریخ تک یہ بل ادا

نہ ہوا تو کائنات کی تمام روشنیاں گل کر دی جائیں گی۔ تو اے زمین والو! بتاؤ کیا کرو گے؟

یہ خلا جو ہر قسم کی روشنی اور توانائی کی لہریں زمین تک پہنچاتا ہے بالکل خالی نہیں۔ بلکہ اثیری مواد سے پر ہے۔ یہ مواد مادی اشیاء کی طرح ٹھوس نہیں اور نہ بالکل روحانی ہے۔ سردست کائنات کے متعلق ہمارا تصور یہ ہے کہ یہ مادہ اور اثیر سے مرکب ہے اور اثیر توانائیوں کی گذرگاہ ہے۔ اس کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ دس لاکھ نوری سال تک کی مسافتیں ماپی جاچکی ہیں اور فلک شناس ایسی مسافتوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جو دس کروڑ نوری سال سے بھی زیادہ ہوں۔

کائنات بحیثیت مجموعی گول ہے اور ہر مقام (یہاں تک کہ ہر انسان خواہ وہ کہیں بھی ہو) اس کا مرکز ہے۔ اتنی بڑی کائنات کا مرکز ہونا بہت بڑا اعزاز ہے۔ ہر آدمی کا ایک اثیر ہوتا ہے اور ایک اس کی قوس قزح' ان معنوں میں کہ ہر انسان کی شخصیت سے رنگ دار لہریں خارج ہو کر اس کے گرد ایک قوس قزح تعمیر کر دیتی ہیں۔ ممکن ہے کل ایسے آلات بینائی ایجاد ہو جائیں جو ان رنگوں کو دیکھ سکیں۔

عالم صغیر

اس کائنات میں ایک طرف سدیم کہکشاں' ستاروں کی بے کراں مسافتیں اور توانائی کی بے شمار لہریں ہیں اور دوسری طرف مہین برقی ذرات اور بنیادی عناصر مثلاً" بریلیم' سوڈیم' کرومیم وغیرہ ہیں۔ جن سے اشیاء کی تشکیل ہوئی۔ انہی سے زمین بنی اور انہی سے سورج چاند اور کواکب تیار ہوئے۔ ایٹم (جوہر) بجلی کے مثبت و منفی ذرات کا مجموعہ ہے۔ یوں تو ایٹم کی ساخت بہت سادہ ہے۔ لیکن نباتات و حیوانات میں یہ بہت پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ ایک پودا بظاہر ایک سادہ سی چیز نظر آتا ہے۔ لیکن در حقیقت وہ ایک نہایت پیچیدہ فیکٹری ہے۔ جس میں پتے شاخیں پھول اور خوش ذائقہ پھل ڈھل رہے ہیں اور عجیب تر یہ ہے کہ اس کے پاس اپنے جیسی مزید فیکٹریاں بنانے کا سامان (بیج) بھی موجود ہے۔ آم کی گٹھلی سے آم۔ مالٹے کے بیج سے مالٹا اور گائے کے پیٹ سے بچھڑا پیدا ہونا تخلیق کا حیرت انگیز اعجاز ہے۔ وہ کون سی قوت ہے جو شیر کے بچے کو شیر بناتی اور آم کے پودے کے ساتھ آم لگاتی۔ نو روئیدہ نہال اور نو مولود بشر کا رابطہ اپنی نوع سے قائم رکھتی ہے۔ اس سوال کا جواب ابھی تک ہمیں نہیں مل سکا۔

ایٹم، مثبت و منفی ذرات برق سے ترکیب پاتا ہے۔ مثبت کے گرد ایک سے لے کر بانوے تک منفئے (الیکٹران اسی طرح چکر کاٹتے ہیں جیسے سورج کے گرد سیارے۔ ہر منفیہ ایک مدار سے کود کر دوسرے میں جا سکتا ہے۔ اس کی خصوصیت میں سے ایک یہ کہ یہ وائرلیس سٹیشن کی طرح توانائی لیتا بھی ہے اور دیتا بھی۔

اللہ کا کمال تخلیق دیکھنا ہو تو اونٹ اور ہاتھی نہ دیکھئے بلکہ ان باریک رنگین اور اڑتی ہوئی مکھیوں کو دیکھئے جو پھولوں اور پھلوں کے پاس ملتی ہیں۔ ان کی نہ ٹانگیں نظر آتی ہیں۔ نہ منہ اور نہ سر بایں ہمہ وہ ہر لحاظ سے مکمل ہوتی ہیں۔ یہی کیفیت کائنات کے ان مہین ذرات کی ہے کہ چھوٹا ہونے کے باوجود یہ تخلیق کا شہکار ہے۔

انجام ہستی

مختلف آثار و قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تقریباً" آدھی عمر گزر چکی ہے اور آدھی باقی ہے۔ کائنات دو ہی چیزوں کا مجموعہ ہے۔ مادہ اور توانائی کا مادہ توانائی میں بدل رہا ہے۔ اسکا ثبوت وہ کروڑوں ٹن روشنی ہے جو آسمان سے چاروں طرف جارہی ہے اور اب انسان اس تلاش میں ہے کہ کیا روشنی اور حرارت دوبارہ منفی و مثبت ذرات برق کی ہیئت اختیار کر سکتی ہے؟ اگر ایسا نہ ہو سکا۔ تو توانائی کے ذخائر ختم ہو جائیں گے۔ نہ سورج کی روشنی رہے گی نہ ستاروں کی چمک۔ صرف ایک خنک سی ضو (ریڈی ایشن) خلا میں باقی رہ جائے گی۔

دوسری طرف بعض علمائے فطرت کا خیال یہ ہے کہ فطرت عمل تخلیق کو دہراتی رہتی ہے۔ ہر سال خزاں کے بعد بہار آتی اور برکھا کے بعد بھی بار بار بادل بنتے اور برس جاتے ہیں۔ تخلیق کائنات کی فطرت ہے اس لئے اول تو دنیا کے خاتمے کا کوئی واضح امکان موجود نہیں۔ اور اگر ایسا ہو بھی جائے تو ممکن ہے کہ جہان کہنہ کی خاکستر سے اک عالم نو ابھر آئے۔

یہ زمین جس پر آج ہم آباد ہیں۔ ابتداء میں برف کی چار ہزار فٹ موٹی تہہ کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ پھر برف کے نیچے دب جائے۔ اور پھر دبی ہی رہے۔ بعض فلسفیوں کا عقیدہ یہی ہے۔ کچھ ایسے مفکرین بھی ہیں جن کی امیدیں مذہب سے وابستہ ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہبی اصولوں یعنی صداقت۔ ہمت۔ عدل۔ خلوص وغیرہ سے ہم نہ صرف دنیا کو خدا کی حسین بستی بنا

سکتے ہیں۔ بلکہ اپنی حیات میں بھی رنگ بقا بھر سکتے ہیں۔

حیات

حیات کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ زندگی حرکت ذرات کی تخلیق ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ حرکت ایک خارجی عامل ہے اور زندگی ایک داخلی حقیقی۔ نیز فطرت کا ایک ایسا راز سر بستہ جسے انسانی عقل آج تک کھول نہیں سکی پھر ذرات شعور سے محروم ہیں اور انسانی شعور کی بلند ترین قسم یعنی عقل سے آراستہ ہے۔ یہ کون تسلیم کرے گا کہ لاشعور شعور کو جنم دے سکتا ہے۔ گو حیات ایک داخلی شعلہ ہے۔ لیکن اس پر باہر سے کنٹرول کیا جارہا ہے اگر یہ کام ہمارے سپرد کیا جاتا تو ہم مدت سے ختم ہو چکے ہوتے۔ کون ہے جو خون کے سرخ و سپید ذرات کی کمی پوری کرتا۔ ٹوٹی ہوئی ہڈیاں جوڑتا اور زخموں میں گوشت بھرتا؟

زندگی کہاں سے آئی؟ اس سوال کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ مادہ سے پیدا ہوئی اور مادہ ازلی و ابدی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ یہ عدم سے نکلی۔ یعنی زندگی موت کی تخلیق ہے۔ تیسرا یہ کہ یہ آفتاب کی الٹراوائلٹ شعاعوں کی کارستانی ہے۔ بعض کاسمک پریشر(CosmicPressure) وغیرہ کو عوامل حیات میں شمار کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی جواب حقیقت کی ترجمانی نہیں کرتا۔ کیونکہ حیات ایک نہایت پیچیدہ چیز ہے۔ ترکیب تو رہی ایک طرف' ایک خلئے کی ساخت تک کو سمجھنا مشکل ہے۔ رہا انسان کا اعصابی و عروقی نظام تو یہ تخلیق کا اتنا بڑا شاہکار ہے کہ انسان اسے آج تک نہیں سمجھ سکا۔ انسانی جذبات کا مرکز کہاں ہے فکر تخیل۔ غم مسرت اور محبت کی امواج کہاں سے اٹھی ہیں۔ روح کیا ہے اور دل کیا ہے؟ یہ مسائل ہمارے فہم کی رسائی سے باہر ہیں۔

انسان نے کروڑوں کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں بیشتر کا تعلق خود انسان سے ہے۔ یعنی اس کی تہذیب تاریخ' سیاست' صحت' مرض اور خیر و شر سے بعض ارباب فکر اس خود ستائی کو معیوب سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان کی حیثیت ایک اچھی نسل کے بندر سے زیادہ نہیں۔ جو ایک سیارے پہ بیٹھ کر سورج کے گرد چکر کاٹ رہا ہے۔ بعض دیگر اسے خدا کا نائب سمجھتے ہیں اور زمین کو غیر فانی نفوس کی تربیت گاہ قرار دیتے ہیں۔ برطانیہ کے ایک سائنس دان ہیرلڈ جیفرے کا خیال یہ ہے کہ آغاز میں زمین پر کوئی ذی حیات موجود نہ تھا اور ایسا وقت پھر آنے والا ہے جب سمندر نہ

تک جم جائیں گے اور زمین کو برف کی ایک موٹی تہ ڈھانپ لے گی۔

فیلڈ یا خطہ

کائنات میں مختلف توانائیاں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً" کشش ثقل، مقناطیسیت بجلی وغیرہ اور ان کی جدا جدا فیلڈز ہیں۔ جنہیں خطہ کے لفظ سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔ کشش ثقل زمین کی خصوصیت ہے۔ فضا میں جو چیز بھی بلندی سے گرتی ہے تو وہ کشش ارضی کی وجہ سے زمین کا رخ کرتی ہے۔ یہ کشش سارے نظام شمسی میں پائی جاتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو سورج کے گرد گھومنے والے ستارے کب کے اپنی مداروں کو چھوڑ کر دوسرے ستاروں سے ٹکرا چکے ہوتے۔

یوں تو ساری دنیا میں مقناطیسیت پائی جاتی ہے لیکن قلب شمالی اور قطب جنوبی میں اس کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ مقناطیسی سوئی کے دونوں کنارے بھی قطب کہلاتے ہیں ایک قطب شمالی اور دوسرا قطب جنوبی کے نام سے موسوم ہے۔ مقناطیس کا قاعدہ یہ ہے کہ قطب شمالی قطب جنوبی کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سوئی کا قطب جنوبی گھوم کر زمین کے قطب شمالی کی طرف چلا جاتا ہے اور سوئی ہمیشہ شمالاً" جنوباً" رہتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہم بحروبر کی وسعتوں میں سمتوں کا تعین کر کے منزل کو پا سکتے ہیں۔

کائنات میں ایک ایسا خطہ یا مقام بھی ہے۔ جہاں خدا کا تخت بچھا ہوا ہے اور وہاں تک انسان صرف عبادت کے پروں سے اڑ کر پہنچ سکتا ہے۔ تاریخ مذاہب میں کئی ایسے مقدسین کے نام ملتے ہیں جنہیں خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے اس مادی دنیا میں روحانی خطے بن گئے۔ یہی وہ جمیل و جلیل لوگ ہیں جو ظلمت خانہ ہستی میں چراغ امید روشن رکھتے ہیں اور انسان کو مایوس نہیں ہوتے دیتے۔ ایک دفعہ مسٹر بالڈون نے کہا تھا۔

"اگر مجھے اور میرے ہم خیالوں کو یہ امید نہ ہوتی کہ ہم کسی نہ کسی دن زمین پر خدا کی بادشاہت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تو میں مستعفی ہو جاتا"

کون ہے جس کی روح میں بالڈون کے ان الفاظ سے ایک گونہ نشاط پیدا نہ ہو۔ کتنے عظیم ہیں وہ لوگ جو آسمانی بادشاہت کی منزل کی طرف بڑھتے وقت بار بار گرتے اور اٹھتے ہیں جو اپنے موقف پر ڈٹے رہتے ہیں اور ہر ہار کو جیت سمجھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ان کی منزل صداقت ہے۔

Truthincludesallthatisgoodandbeautiful(EVE)

(صداقت میں ہر وہ چیز شامل ہے۔ جو مفید و حسین ہو)

املی برانٹ (EmilyBronte) نے سخت بیماری اور مایوسی میں ایک نظم کہی تھی۔

اس کے چند اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

تیری ہمہ گیر محبت

کائنات کو آغوش میں لے کر مہ و سال کو جاودانی بنا رہی ہے۔

یہ ہر چیز پر محیط ہے۔

یہ اشیاء کو پیدا کرتی ہے۔

بدلتی۔ سہارا دیتی پالتی اور تحلیل کرتی ہے۔

اگر یہ زمین یہ سورج یہ آدمی۔

اور یہ کائنات تباہ ہو جائے۔

اور صرف تو رہ جائے۔ تو بھی

ہر شے تیری ذات میں زندہ رہے گی۔

ازمدون

امن خلق السموت والارض وانزل لکم من السماء ما فانبتنا به حدائق ذات بهجه ما کان لکم ان تنبتو شجرها اله مع الله بل هم قوم یعدلون (نمل ۔ 60)

"زمین و آسمان کا خالق کون ہے؟ کس نے آسمان سے پانی برسایا؟ اور اس سے خوش رنگ باغ اگائے؟ تم ان درختوں کے خالق نہیں ہو۔ تو پھر انصافا" کہو۔ کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا بھی ہے؟ یہ لوگ عمدا" سچائی سے بھاگ رہے ہیں"

زندگی اور موت کا سوال

- جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبی ﷺ برحق اور ہمارا قرآن اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے ؟
- جب اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے اور یہ بھی کہ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ تو پھر ہم اسقدر مغلوب بے بس اور رسوا کیوں ہیں ؟
- مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی پہلے سے زیادہ کرتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر عرس بھی خوب شاندار طریقہ سے مناتے ہیں۔ ماہ محرم میں بھی کیا جوش و خروش ہوتا ہے۔ مالدار بھی بہت ہیں اور لاکھوں لوگ کوٹھیوں، کاروں اور کارخانوں کے مالک ہیں تو پھر یہ مردنی کیوں ہے اور یہ تنزل کیوں ہو رہا ہے ؟
- ہر طاقتور ملک کی نظریں ہمارے ملکوں پر کیوں لگی ہیں اور ہر طرف خون مسلم اسقدر بے دردی اور ارزانی کے ساتھ کیوں بہایا جارہا ہے ؟
- نکبت وادبار کی موجودہ حالت سے نکلنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کونسے لائحہ عمل پر چل کر ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں ؟

دنیائے اسلام کیلئے وقت کے اس اہم ترین سوال کا تفصیلی جواب معلوم کرنے کیلئے

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رح

کی مندرجہ ذیل تصانیف ضرور پڑھیں

تعمیر ملت (اردو، انگلش)	چراغ راہ	حقیقت وحدت الوجود
مجلد 260 صفحات قیمت -/100 روپے	پلاسٹک کور 300 صفحات قیمت -/100 روپے	پلاسٹک کور قیمت -/25 روپے

ملنے کا پتہ
- ادارہ اسلامیات 190 نئی انار کلی لاہور
- مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- دیوا اکیڈمی پلاٹ نمبر 9، S.T بلاک نمبر 3 گلشن اقبال کراچی

براہ راست ہم سے بذریعہ وی پی منگوائیں تو ڈاک خرچ ہمارے ذمہ ہوگا۔

- مرکز تعمیر ملت سلسلہ عالیہ توحیدیہ پوسٹ بکس نمبر 600 گوجرانوالہ
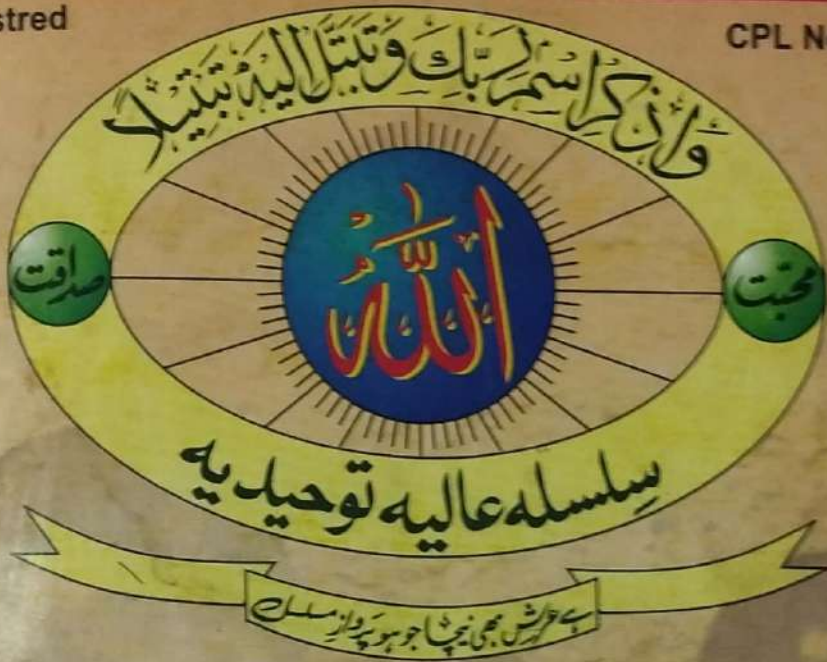
بانی سلسلہ کی تصانیف

"حقیقت وحدت الوجود" یہ کتاب وحدت الوجود کے موضوع پر ایک مختصر مگر نہایت مدلل اور اہم دستاویز ہے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے دوران سلوک جو دیکھا اس حقیقت کو عام فہم دلائل کی روشنی میں نہایت ہی آسان زبان میں بیان کر دیا تاکہ متلاشیان حق راہوں میں پڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں اس میں جو موضوعات زیر بحث آئے ہیں ان میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

☆ انسان کی بقا اور ترقی کے لئے مذہب کیوں ناگزیر ہے۔

☆ روحانی عوالم اور روح کے سفر کا حال عالم ھو کی خصوصی تشریح۔

☆ سلوک کے دوران کون سے مقام پر وحدت الوجود کی کیفیت محسوس و مدرک ہوتی ہے۔

☆ وہ بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا۔

☆ اس اہم سوال کا جواب ہندو مفکرین، مادہ پرست دانشوروں اور فلاسفروں نے کیا دیا ہے۔

☆ حضرت ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وحدت شہود میں فرق

☆ روحانی سلوک کے دوران تمام بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

☆ حضرت حسین ابن منصور حلاجؒ کے دعویٰ اناالحق کی توجیہ۔

☆ وحدت الوجود کی قائل جماعت کے نظریات اور قرآنی احکامات کیا ہیں۔

ان تمام امور پر محققانہ بحث و تنقید کے بعد حقیقت طشت ازبام کر دی گئی ہیں اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں اور الجھنوں میں گرفتار طالبان حقیقت کے لئے یہ کتاب ایک نعمت سے کم نہیں۔